ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

42

www.tanzeem.org

10 تا 16 محرم الحرام 1436ھ/4 تا 10 نومبر 2014ء

اس شمارے میں

محرم الحرام میں دو عظیم شہادتیں

حقیقتِ ایمان

نیا نرالا پاکستان

اتحادِ اُمّت

رہبر و رہنما: محمد رسول اللہ ﷺ

کھانے کے آداب

پاکستان کو لاحق داخلی و خارجی خطرات

احیائے اسلام کی شرطِ لازم

ایمان لامحالہ کچھ ماوراء الطبعیاتی حقائق پر یقین کا نام ہے۔ اور اس راہ کا پہلا قدم یہ ہے کہ انسان اَن دیکھی حقیقتوں پر دکھائی دینے والی چیزوں سے زیادہ یقین رکھے اور سر کے کانوں سے سنی جانے والی باتوں سے کہیں زیادہ اعتماد ان باتوں پر کرے جو صرف دل کے کانوں سے سنی جا سکتی ہیں۔ گویا ''ایمان بالغیب'' اس راہ کی شرطِ اوّلین ہے اور اس کے لئے فکر و نظر کا یہ انقلاب اور نقطہ نظر اور طرز فکر کی یہ تبدیلی لازمی و لابدی ہے کہ کائنات غیر حقیقی اور محض وہمی و خیالی نظر آئے لیکن ذاتِ خداوندی ایک زندۂ جاوید حقیقت معلوم ہو۔ کائنات کا پورا سلسلہ نہ از خود قائم معلوم ہو، نہ کچھ لگے بندھے قوانین کے تابع چلتا نظر آئے بلکہ ہر آن و ہر سمت ارادۂ خداوندی و مشیتِ ایزدی کی کارفرمائی محسوس و مشہود ہو جائے۔ مادہ حقیر و بے وقعت نظر آئے لیکن روح ایک حقیقتِ کبریٰ معلوم ہو۔ انسان کا اطلاق اس کے جسد حیوانی پر نہ ہو بلکہ اس روحِ ربانی پر کیا جائے جس کی بدولت وہ مسجودِ ملائک ہوا...... حیاتِ دنیوی فانی و ناپائیدار ہی نہیں بالکل غیر حقیقی و بے وقعت معلوم ہو اور حیاتِ اُخروی، ابدی و سرمدی اور حقیقی و واقعی نظر آنے لگے! اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے مقابلے میں دنیا و مافیہا کی وقعت حدیث نبوی ﷺ کے مطابق مچھر کے پَر سے زیادہ محسوس نہ ہو! یہ بات اچھی طرح سمجھ لینے کی ہے کہ جب تک اُمت کے ایک قابل ذکر اور مؤثر حصے میں نقطہ نظر کی یہ تبدیلی واقعتاً پیدا نہ ہو جائے ''احیائے اسلام'' کی آرزو ہرگز شرمندۂ تکمیل نہ ہو سکے گی۔

عوام کی کشتِ قلوب میں ایمان کی تخم ریزی اور آبیاری کا مؤثر ترین ذریعہ ایسے اصحاب علم و عمل کی صحبت ہے جن کے قلوب و اذہان معرفتِ ربانی و نور ایمانی سے منور، سینے کبر، حسد، بغض اور ریا سے پاک اور زندگیاں حرص، طمع، لالچ اور حبِّ دنیا سے خالی نظر آئیں۔ خلافت علی منہاج النبوّۃ کے نظام کے درہم برہم ہو جانے کے بعد ایسے ہی نفوسِ قدسیہ کی تبلیغ و تعلیم، تلقین و نصیحت اور تربیت و صحبت کے ذریعے ایمان کی روشنی پھیلتی جا رہی ہے اور اگرچہ جب سے مغرب کی الحاد و مادہ پرستی کے زہر سے مسموم ہواؤں کا زور ہوا، ایمان و یقین کے یہ بازار بھی بہت حد تک سرد پڑ گئے، تاہم ابھی ایسی شخصیتیں بالکل ناپید نہیں ہوئیں جن کے ''دلِ روشن''، نورِ یقین اور ''نفسِ گرم'' حرارتِ ایمانی سے معمور ہیں اور اب ضرورت اس کی ہے کہ ایمان و یقین کی ایک عام رو ایسی چلے کہ قریہ قریہ اور بستی بستی ایسے صاحب عزیمت لوگ موجود ہوں جن کی زندگیوں کا مقصدِ وحید خدا کی رضا جوئی اور اس کی خوشنودی کا حصول ہو۔

اسلام کی نشأۃِ ثانیہ

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

الهدیٰ (634)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

کیا یہ لوگ باطل پر ایمان رکھتے ہیں؟

سُورۃُ النَّحل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات 72 تا 74

وَ اللّٰہُ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا وَّ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡ اَزۡوَاجِکُمۡ بَنِیۡنَ وَ حَفَدَۃً وَّ رَزَقَکُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ
اَفَبِالۡبَاطِلِ یُؤۡمِنُوۡنَ وَ بِنِعۡمَتِ اللّٰہِ ہُمۡ یَکۡفُرُوۡنَ ﴿ۙ۷۲﴾ وَ یَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَا لَا یَمۡلِکُ لَہُمۡ رِزۡقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ
وَ الۡاَرۡضِ شَیۡئًا وَّ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ ﴿ۚ۷۳﴾ فَلَا تَضۡرِبُوۡا لِلّٰہِ الۡاَمۡثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَعۡلَمُ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷۴﴾

آیت ۷۲ ﴿وَ اللّٰہُ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا﴾ ’’اور اللہ نے تمہارے لیے تمہاری ہی نوع سے بیویاں بنائیں‘‘

عربی میں ’’زوج‘‘ شریکِ حیات (spouse) کو کہتے ہیں اور یہ لفظ بیوی اور خاوند دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ عورت کے لیے مرد زوج ہے اور مرد کے لیے عورت۔

﴿وَّ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡ اَزۡوَاجِکُمۡ بَنِیۡنَ وَ حَفَدَۃً وَّ رَزَقَکُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ﴾ ’’اور بنائے تمہارے لیے تمہاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے‘ اور رزق دیا تمہیں پاکیزہ چیزوں سے۔‘‘

﴿اَفَبِالۡبَاطِلِ یُؤۡمِنُوۡنَ وَ بِنِعۡمَتِ اللّٰہِ ہُمۡ یَکۡفُرُوۡنَ ﴿۷۲﴾﴾ ’’تو کیا یہ لوگ باطل پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا وہ انکار کرتے ہیں؟‘‘

یعنی کفرانِ نعمت کرتے ہیں۔ یہاں یہ اہم بات لائقِ توجہ ہے کہ اس سورۃ میں اللہ کی نعمتوں کا ذکر بہت تکرار کے ساتھ آرہا ہے۔

آیت ۷۳ ﴿وَ یَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَا لَا یَمۡلِکُ لَہُمۡ رِزۡقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ شَیۡئًا وَّ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ ﴿۷۳﴾﴾ ’’اور یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا اُن کی جنہیں کچھ اختیار نہیں اُن کے لیے کسی رزق کا‘ نہ آسمانوں سے اور نہ زمین سے‘ اور نہ وہ اس کی قدرت ہی رکھتے ہیں۔‘‘

مشرکینِ عرب ایامِ جاہلیت میں جو تلبیہ پڑھتے تھے اس میں توحید کے اقرار کے ساتھ ساتھ شرک کا اثبات بھی موجود تھا۔ ان کا تلبیہ یہ تھا:

لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ‘ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ‘ اِلَّا شَرِیْکًا تَمْلِکُہٗ وَمَا مَلَکَ

یعنی میں حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں‘ تیرا کوئی شریک نہیں ہے‘ میں حاضر ہوں۔ سوائے اُس شریک کے کہ اُس کا اور جو کچھ اس کا اختیار ہے سب کا مالک تو ہی ہے۔ یعنی بالآخر اختیار تیرا ہی ہے اور تیرا کوئی شریک تجھ سے آزاد ہو کر خود مختار (autonomous) نہیں ہے۔ چنانچہ جس طرح عیسائیوں نے توحید کو تثلیث میں بدلا اور پھر تثلیث کو توحید میں لے آئے (One in three and three in One) اسی طرح مشرکینِ عرب بھی توحید میں شرک پیدا کرتے اور پھر شرک کو توحید میں لوٹا دیتے تھے۔

آیت ۷۴ ﴿فَلَا تَضۡرِبُوۡا لِلّٰہِ الۡاَمۡثَالَ ؕ﴾ ’’تو اللہ کے لیے مثالیں بیان نہ کیا کرو۔‘‘

قبل ازیں اسی سورت (آیت ۶۰) میں ہم پڑھ چکے ہیں: ﴿وَ لِلّٰہِ الۡمَثَلُ الۡاَعۡلٰی ؕ﴾ ’’اور اللہ کی مثال سب سے بلند ہے‘‘ لیکن اس کا ترجمہ بالعموم یوں کیا جاتا ہے: ’’اللہ کی صفت بہت بلند ہے‘‘۔ یا ’’اللہ کی شان بہت بلند ہے‘‘۔ اس لیے کہ اللہ کے لیے کوئی مثال بیان نہیں کی جاسکتی۔ انسانی سطح پر بات سمجھنے اور سمجھانے کے لیے کچھ نہ کچھ تمثیلی الفاظ تو استعمال کرنے پڑتے ہیں‘ مثلاً اللہ کا چہرہ‘ اللہ کا ہاتھ‘ اللہ کا تخت‘ اللہ کی کرسی‘ اللہ کا عرش وغیرہ‘ لیکن ایسے الفاظ سے ہم نہ تو حقیقت کا اظہار کر سکتے ہیں اور نہ ہی اللہ کی صفات اور اس کے افعال کی حقیقت کو جان سکتے ہیں۔ اسی لیے منع کر دیا گیا ہے کہ اللہ کے لیے مثالیں بیان نہ کیا کرو۔ اس کی منطقی وجہ یہ ہے کہ ہم اگر اس ہستی کے لیے کوئی مثال لائیں گے تو عالمِ خلق سے لائیں گے‘ جس کی ہر چیز محدود ہے۔ یا پھر ایسی کوئی مثال ہم اپنے ذہن سے لائیں گے‘ جبکہ انسانی سوچ‘ قوتِ متخیلہ اور تصورات بھی سب محدود ہیں۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی ذات مطلق (Absolute) ہے اور اس کی صفات بھی مطلق ہیں۔ چنانچہ انسان کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ ایسی مطلق ہستی کے لیے کوئی مثال بیان کر سکے۔ اسی لیے سورۃ الشوریٰ کی آیت ۱۱ میں دوٹوک انداز میں فرما دیا گیا: ﴿لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ ۚ﴾ کہ اس کی مثال کی سی بھی کوئی شے موجود نہیں۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ یَعۡلَمُ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷۴﴾﴾ ’’بے شک اللہ جانتا ہے‘ تم نہیں جانتے۔‘‘

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

محرم الحرام میں دو عظیم شہادتیں

محرم الحرام کا مہینہ حرمت والے اُن چار ماہ میں شامل ہے جن کے تقدس کے عرب قبل از اسلام یعنی دورِ جاہلیت میں بھی قائل تھے اگرچہ قریش مکہ گروہی مفادات کی تکمیل کے لئے اُن میں الٹ پھیر کرتے رہتے تھے۔ اللہ کے آخری رسول ﷺ نے ان میں تغیر وتبدل کو سختی سے روک دیا۔ ہجری سال کا باقاعدہ کیلنڈر حضرت عمر فاروق ؓ کے دور میں ترتیب پایا اور اس کا آغاز مسلمانوں کی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت سے کیا گیا۔ محرم ہجری سال کا پہلا مہینہ ہے جس کے 1435 سال مکمل ہو چکے اور 1436 ہجری سال کا آغاز ہو چکا ہے۔ انتہائی افسوس اور دکھ کی بات ہے کہ آج کا نوجوان ہی نہیں بلکہ بڑے بوڑھے بھی عیسوی سال سے اس طرح منسلک ہوئے ہیں کہ ہجری سال سے قطعی طور پر لاتعلق ہو چکے ہیں۔ اسلامی سال کی تاریخ اور ماہ تو دور کی بات ہے مسلمانوں کی عظیم اکثریت کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کون سا ہجری سال ہے۔ عیسوی سال کے بارہ (12) ماہ کے نام چھوٹے چھوٹے بچوں کو ازبر ہیں لیکن اسلامی مہینوں کے نام سے اکثریت ناآشنا ہے۔ ہم عیسوی سال، تاریخ اور ماہ وغیرہ کے استعمال کو غلط یا ناجائز ہرگز نہیں سمجھتے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم اسلامی تاریخوں اور ماہ وسال سے لاتعلقی ہی اختیار کر لیں۔ ایک وجہ یقیناً یہ ہے کہ عیسوی کیلنڈر چونکہ شمسی اور ہجری کیلنڈر قمری ہوتا ہے اور مستقبل کے پروگراموں میں عیسوی تاریخ کا تعین آسان ہے۔ بہرحال ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بھی مغربی تہذیب کے تسلط اور مسلمانوں کی ذہنی اور سماجی وثقافتی مرعوبیت کا نتیجہ ہے کہ اُنہوں نے خود کو اسلامی کیلنڈر سے بالکل منقطع کر لیا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ تمام مسلمان خصوصاً ندائے خلافت کے قارئین خود کو اسلامی کیلنڈر سے بھی جوڑیں۔

اسلامی تاریخ میں محرم الحرام میں دو عظیم شہادتیں ہوئیں۔ مرادِ رسول حضرت عمر ؓ نے یکم محرم الحرام کو جامِ شہادت نوش فرمایا اور دس محرم کو رسول اللہ ﷺ کے نواسے اور علی و فاطمہ ؓ کے جگر گوشہ حضرت حسین ؓ نے شہادت کا رتبہ پایا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ دونوں عظیم المرتبت ہستیاں تھیں اور دونوں نے فی سبیل اللہ شہادت پائی۔ اگرچہ خارجی پروپیگنڈا اور اقلیتی مسلک کے اصرار پر عوامی سطح پر محرم الحرام کو صرف حضرت حسین ؓ کی شہادت سے جوڑ دیا گیا، لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اسلامی تاریخ کے یہ دونوں چمکتے دمکتے ستارے ہیں جن کی روشنی کو مدھم کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔ حضرت عمر ؓ چونکہ بدری صحابی تھے، خلیفہ دُوم تھے، عشرہ مبشرہ میں سے تھے، پھر یہ کہ آپ ؓ یکم محرم کو شہید ہوئے تھے، اس لئے ہم اُن کا پہلے ذکر کریں گے، اور حضرت حسین ؓ جب جوان ہوئے تو اسلام جزیرہ نمائے عرب میں اپنے قدم مضبوطی سے جما چکا تھا اور آپ ؓ نے شہادت کا اعزاز چونکہ دس محرم الحرام کو پایا لہٰذا اُن کا ذکر بعد میں آئے گا۔

حضرت عمر فاروق ؓ کی عظمت کے اسلام کے دشمن بھی قائل ہیں، یعنی جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ مغرب کا مؤرخ تسلیم کرتا ہے کہ اگر اسلامی تاریخ میں ایک عمر ؓ اور ہوتا تو آج ساری دنیا مسلمان ہوتی۔ حضرت عمر ہی کے بارے میں سردار الانبیاء والرسل ﷺ نے فرمایا کہ ''میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔'' اور حضرت عمر ؓ ہی کے بارے میں سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ شیطان وہ راستہ چھوڑ دیتا ہے جس پر عمر ہوں۔

ہفت روزہ — لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

10 تا 16 محرم الحرام 1436ھ — جلد 23
4 تا 10 نومبر 2014ء — شمارہ 42

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-36293939
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

حضرت عمرؓ کو مرادِ رسول بھی کہا جاتا ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے اللہ سے دعا کی تھی کہ ''اے اللہ! عمرو بن ہشام یا عمر بن خطاب میں سے ایک کو میری جھولی میں ڈال دے۔''

حضرت عمرؓ کے دس سالہ دورِ حکومت میں اسلامی سلطنت 22 لاکھ مربع میل تک پھیل گئی۔ ایک تازہ تحقیق کے مطابق آپؓ نے 36 عدد ایسی achievements کیں جو آپ سے پہلے نہ کی گئی تھیں یا اُنہیں ادارہ جاتی شکل نہیں دی گئی تھیں، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں۔ بیت المال کو آپؓ نے ایک منظم ادارہ کی شکل دی، مسلمانوں ہی کی نہیں غیر مسلموں کی حاجات بھی اُس سے پوری کی جاتی تھیں۔ لوگوں کے جھگڑے نمٹانے کے لئے قاضی عدالتیں پہلے بھی تھیں، لیکن یہ عارضی اور ہنگامی نوعیت کی تھیں، حضرت عمرؓ نے باقاعدہ عدالتی نظام قائم کیا اور قاضیوں کی تقرری حکومت کی ذمہ داری ٹھہری۔ پوسٹل سروس کا باقاعدہ اجرا کیا۔ محکمہ لینڈ ریونیو قائم کیا گیا۔ مردم شماری کا آپؓ نے آغاز کیا۔ باقاعدہ جیلوں کا قیام ہوا۔ نہریں اور پل بنائے گئے۔ آپؓ نے پہلی مرتبہ کوڑے کو سزا کے لئے استعمال کیا۔ الہجرہ کیلنڈر کا آغاز ہوا۔ ریاست کو صوبوں میں تقسیم کیا گیا اور مفتوحہ علاقہ کو صوبہ کا درجہ دیا گیا۔ آپؓ نے کوفہ، بصرہ جیسے نئے شہر بسائے۔ آپؓ نے سمندری خوراک پر زکوٰۃ نافذ کی اور زکوٰۃ کی سرکاری وصولی کے لئے باقاعدہ ایک نظام قائم کیا۔ آپؓ نے خفیہ رپورٹیں حاصل کرنے کا سلسلہ شروع کیا تاکہ معلوم ہو سکے کہ دوسرے صوبوں میں کیا ہو رہا ہے۔ شعر و شاعری میں عورتوں کے نام کا استعمال بند کر دیا گیا۔ تراویح کا باقاعدہ نظام قائم کیا۔ مختلف صوبوں میں ملٹری سٹرٹیجک پوائنٹس بنائے۔ محکمہ پولیس کا آغاز کیا۔ عوام سے براہ راست رابطہ کے لئے راتوں کو گشت کرتے۔ قیمتوں کو کنٹرول کرنے کا ریاستی نظام بنایا۔ آپؓ نے مسجد الحرام میں پہلی توسیع کی۔ آج اگر پاکستان کے حکمران حضرت عمرؓ کے اس قول پر غور کریں کہ ''فرات کے کنارے کوئی کتا بھی بھوکا مر گیا تو مجھ سے جوابدہی ہوگی'' ذرا تصور کریں آج بھوک کے ہاتھوں مجبور خودکشیاں کرنے والے جب اپنا مقدمہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کریں گے تو ہمارے یہ حکمران کیا جواب دیں گے!

یہ آپؓ کے وہ کارہائے نمایاں ہیں جن میں سے ہر ایک پر طویل بات کی جاسکتی ہے۔ آخری اور اعلیٰ ترین اعزاز کی بات یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ کی رائے اور آپ کی منشا کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے اپنی مقدس کتاب میں ذکر فرمایا، یعنی اسیرانِ بدر سے سلوک کے حوالہ سے اور خواتین کے پردہ کے بارے میں احکامات جاری ہوئے۔

حضرت حسینؓ جو حضرت معاویہؓ کے دور میں گوشہ نشین ہو چکے تھے، اُس وقت متحرک ہوئے جب امیر المومنین حضرت معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین بنایا۔ حضرت حسینؓ نے اسے خلافت سے ملوکیت کی طرف پیش قدمی قرار دیا اور بعض دوسرے جید اور سینئر صحابہؓ کے ساتھ مل کر یزید کی بیعت سے انکار کر دیا۔ حضرت معاویہؓ جو صحابی رسول تھے، کاتب وحی تھے، اُن کا یہ فیصلہ یقیناً نیک نیتی پر مبنی ہوگا اور ماضی قریب میں تقرر خلیفہ کے حوالہ سے پیدا ہونے والے انتشار کو مدنظر رکھتے ہوئے مستقبل میں مسلمانوں کو بچانے کے لئے ہوگا لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ پر درست ہے کہ اس فیصلہ نے ملوکیتی طرز کی خلافت کا آغاز کر دیا اور اسلامی نظام کی شاندار عمارت میں ایک دراڑ آ گئی۔ حضرت حسینؓ نے نظامِ خلافت میں اس دراڑ کا راستہ روکنے یا اُسے پُر کرنے اور پھر سیاسی سطح پر حقیقی خلافت کو پٹری پر چڑھانے کے لئے جہاد کیا اور ایک بے مثل جہاد کیا، جس میں اپنی ہی نہیں اپنے خاندان کے کئی درجن افراد کی جان بھی قربان کر دی، لیکن اسلامی نظام میں دراڑ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آج کا مسلمان سوچے کہ ایک وہ تھے جنہوں نے اسلام کے حوالہ سے اتنی بات پر اپنی اور اہل و عیال کی جان قربان کر دی اور ایک ہم ہیں کہ اسلامی نظام کی شاندار عمارت پوری ڈھ چکی ہے بلکہ زمین بوس ہوگئی ہے اور ہمارے کانوں پر جوں تک نہیں رینگ رہی۔ ہم دنیا بنانے اور اس حوالہ سے دوسروں پر سبقت لے جانے پر تلے ہوئے ہیں اور ہر چہ بادا باد کا نعرہ لگا کر میدان میں اترے ہوئے ہیں۔ ہمارے اسلام کا کُل انحصار اب خالی خولی نعروں پر ہے۔ ہم پُر جوش انداز میں نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت لگاتے ہیں، ہم باآوازِ بلند ''حسینؓ سب کا ہے'' کہتے ہیں، لیکن عملاً نہ اللہ اور رسولؐ کے احکامات کی پابندی ہے نہ حسینؓ جیسا جہاد کرنے کی آرزو رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے ایمان کے بعد عمل صالح کی توقع کرتا ہے۔ جس طرح حضرت حسینؓ کا کربلا میں عمل صالح حق کی خاطر ڈٹ جانا تھا، وگرنہ کیا صفِ مخالف کے لوگ اللہ اور رسولؐ پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور ارکان اسلام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ پر عامل نہیں تھے؟ لیکن حضرت حسینؓ سیاسی نظام کو بھی بالکل اُسی طرح دیکھنا چاہتے تھے جیسے خلفائے راشدینؓ کے دور میں تھا۔ آج عالم اسلام خصوصاً مسلمانانِ پاکستان کا حقیقی عمل صالح یہ ہے کہ وہ اپنے ملک میں ایسا سیاسی، سماجی اور معاشی نظام قائم کریں جس کا دین اسلام تقاضا کرتا ہے۔ اگر ہم باطل نظام کے تحت زندگی گزارنے پر راضی رہتے ہیں تو باطل کے زیرِ اہتمام حق نکھر کر سامنے آئے یا حق کا بول بالا ہو، یہ نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ اور اس باطل کے زیر تسلط نماز، روزہ حج، زکوٰۃ کس قدر اجر و ثواب کے حامل ہیں؟ یہ ایک مشکل سوال ہے جو جواب طلب ہے۔ البتہ یہ بات واضح ہے اور واضح رہنی چاہیے کہ ہم پر اسلام کے نظامِ عدل اجتماعی کے قیام کی کوشش اور جدوجہد فرض ہے، ایسا کر گزرنا یعنی اسے بالفعل قائم کر دینا ہم پر فرض نہیں۔ لہٰذا صد ہزار مبارک باد کے مستحق ہیں وہ لوگ جو ارکانِ اسلام کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اس عملِ صالح کے لئے کوشاں ہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان اسلامی فلاحی ریاست بن جائے۔ یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔

امیر محترم کی صحت: تازہ صورتحال

چند روز قبل امیر محترم کو Angina کی شکایت ہوئی تھی۔ ان کی انجیو گرافی ہو چکی ہے۔ اب وہ اپنے معمولات دوبارہ شروع کر چکے ہیں۔ اس دوران جن رفقاء و احباب نے ان کی خیریت دریافت کی، ہم ان سب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ تمام قارئین، رفقاء تنظیم اور احباب سے درخواست ہے کہ وہ امیر محترم کی مکمل صحت یابی کے لئے انہیں اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں۔ (ادارہ)

منبر و محراب

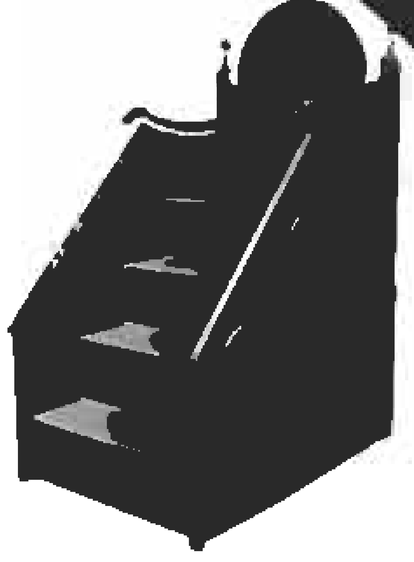

حقیقتِ ایمان

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں مرکزی انجمن خدام القرآن کے ناظم اعلیٰ محترم ڈاکٹر عارف رشید کا 24 اکتوبر 2014ء کا خطاب جمعہ!

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

جس مضمون کا آج ہم مطالعہ کریں گے اس پر ہماری اُخروی نجات کا دارو مدار ہے، وہ شے ہے حقیقی ایمان۔ لہٰذا ہمارا آج کا موضوع ہے کہ ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ ایمان کی ماہیت کیا ہے؟ اس کی کتنی اقسام ہیں، کتنے درجے ہیں، پھر ایمان کا عمل کے ساتھ بھی کچھ تعلق ہے یا نہیں ہے اور جہاں کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ یہ بہت وسیع موضوع ہے۔

ایمان کا لغوی مفہوم ہے اطمینان، چین اور سکون۔ ایمان کی معراج یہ ہے کہ انسان کے باطن میں ایک اطمینان اور سکون کی کیفیت ہو۔ بڑی سے بڑی آزمائش اس پر آئے تو شکوہ نہ ہو، کیونکہ واویلا کرنا، شور مچانا اور ستاروں کی چال کو موردِ الزام ٹھہرا دینا یہ تمام چیزیں گمراہیاں ہیں۔ آزمائش، مصیبت یا تکلیف اور اس کے مقابلے میں راحت اور خوشی سب اللہ کی طرف سے ہے۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شے کو من جانب اللہ سمجھو، اگر انسان کی یہ کیفیت ہوگی تو اس کے باطن میں بڑا اطمینان ہوگا۔ اس کے اندر جو انبساط کی کیفیت ہوگی اُسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

ایمان کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ نبی و رسول نے جو دعوت پیش کی اس پر لبیک کہنا، اس کی تصدیق کرنا۔ لہٰذا ایمان کی تعریف یہ ہوئی کہ ہر اس خبر کی تصدیق کرنا جس کی خبر محمد رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔ ایمانیات ثلاثہ بھی اس تعریف میں آئیں گے یعنی اللہ پر ایمان، آخرت پر ایمان، اور رسولوں پر ایمان، رسول پر ایمان کے ضمن میں آسمانی کتابوں اور فرشتوں پر بھی ایمان آ گیا۔

﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ﴾

''نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق و مغرب (کو قبلہ سمجھ کر ان) کی طرف منہ کرلو بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر اور روزِ آخرت پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں۔'' (البقرہ:177)

انہیں ایمانیات ثلاثہ کہہ لیں یا زیادہ مفصل انداز میں ایمانیات خمسہ کہہ لیں، یہ پانچ بنیادیں بنتی ہیں جن سے قرآن حکیم کا کوئی صفحہ ایسا نہیں جو خالی ہو۔ ایمان کے دو درجے ہیں۔ (1) قانونی ایمان (2) حقیقی ایمان۔ قانونی ایمان تو ہے کہ زبان سے کلمہ طیبہ کا اقرار کر لیا

مرتب: فرقان دانش

جائے۔ جبکہ حقیقی ایمان دل سے تسلیم کرنے کا نام ہے۔ جب ایمانیات ثلاثہ کو دل سے تسلیم کر لیا تو اس کا نتیجہ عمل صالح کی صورت میں نکلے گا۔ اگر واقعتاً کوئی شخص مسلمان ہے تو ممکن نہیں ہے کہ اس کا سیرت و کردار اسلام کے منافی ہو۔ قرآن حکیم میں سینکڑوں آیات ایسی ہیں جہاں ایمان کے ساتھ عمل صالح اس کے جزو کی حیثیت سے آیا۔ اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ انسان کی نجات کے لئے اسلام کی شہادت اور صرف قانونی گواہی کافی ہے تو پھر ان آیات کو قرآن سے کھرچ کر نکال دیجئے۔

اس حوالے سے سورۃ العصر قرآن حکیم کی جامع ترین سورت ہے۔ اس میں کم سے کم جن شرائط نجات کا ذکر کیا گیا وہ ایمان، عمل صالح، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر ہیں۔ معلوم ہوا کہ ایمان اور عمل صالح دو ایسی چیزیں وہ ہیں جن کے درمیان چولی دامن کا ساتھ ہے۔ قرآن میں جگہ جگہ ایمان اور عمل صالح کا ذکر ساتھ ساتھ آیا ہے، مثلاً

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ﴾

''جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے۔ ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا۔'' (النور:55)

یہ ان لوگوں سے وعدہ ہے جو ایمان لائے جو واقعتاً مومن ہیں۔ یہاں بھی استخلاف فی الارض کی شرط ایمان کے ساتھ عمل صالح بتائی گئی ہے۔ اسی طرح سورۃ الفتح کی آخری آیت میں فرمایا:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾

''جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے اللہ نے گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔''

وہ ایمان جس پر آخرت کی نجات کا دارو مدار ہے، اس کا اور عمل صالح کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اس حوالے سے نبی اکرم ﷺ کی احادیث بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا کوئی خطبہ ایسا نہیں ہوتا تھا یعنی بہت ہی کم ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا ہو

اور اس میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے ہوں: ((لا ایمان لمن لا امانة له و لا دین لمن لا عهد له)) حضور ﷺ کے ہر خطبے میں یہ جملہ موجود ہوتا تھا کہ اس کا کوئی ایمان نہیں جو امانت دار نہیں ہے اور اس شخص کا کوئی دین نہیں جس میں عہد کی پاسداری نہیں۔ اسی طرح متفق علیہ روایت ہے۔ "ہر وہ شخص مومن نہیں ہے جو طعنے دینے والا ہو، فحش گوئی کرنے والا ہو، غیبت کرنے والا ہو۔" یہاں قانونی ایمان کی بات نہیں ہو رہی بلکہ حقیقی ایمان کی بات ہو رہی ہے۔ اس میں کلائمکس بخاری شریف کی ایک روایت ہے، اگر وہ ہمارے لئے کسوٹی بن جائے تو آج ہم میں سے ہر شخص کو ایمان کے لالے پڑ جائیں۔ یہ حدیث نوٹ کیجئے۔ صحابہ کرام ؓ فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر حضور ﷺ نے تین مرتبہ قسم کھائی، کہ خدا کی قسم! وہ شخص مومن نہیں۔ صحابہ کرام ؓ تو پریشان ہو گئے کہ یہ کس شخص کے ایمان کی نفی ہو رہی ہے جس کے بارے میں حضور ﷺ نے تین مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ وہ مومن نہیں ہے۔ صحابہ کرام ؓ نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسولؐ وہ کون ہے۔ آپؐ نے فرمایا: "وہ شخص جس کی ایذا رسانیوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہیں۔" یعنی وہ بد زبان ہے، ہمسایوں کو تنگ کرنے والا ہے، اس کے پڑوسی اس کی وجہ سے عاجز آئے ہوئے ہیں، وہ شخص مومن نہیں ہے۔ یہ حقیقی ایمان کی بات ہو رہی ہے۔ اس لئے کہ اگر اللہ و رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہو تو ہمسایوں کے حقوق اللہ نے ہم پر عائد کیے ہیں، اور اگر تم ان حقوق کو پاؤں تلے روند رہے ہو تو کس ایمان کا دعویٰ کر رہے ہو؟ صحابہ کرام ؓ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں گاہے بگاہے ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک کی اس درجے تاکید کی کہ ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ شاید ہمسایوں کو وراثت میں بھی شامل کر دیا جائے گا۔ جس شخص کے سامنے نبی اکرم ﷺ کا یہ قول ہو اور اس کے باوجود اس کا عمل اس کے خلاف ہو تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس کے دل میں حقیقی ایمان نہیں ہے۔ بہر حال وہ دنیا میں مسلمان تصور ہوگا۔ عمل کی کمی کی بنیاد پر کسی کو آپ دائرہ اسلام سے نہیں نکال سکتے۔ تاہم ان آیات اور احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ ایمان حقیقی کے ساتھ عمل کا جو تعلق ہے اس کی نفی کی جا سکے۔ اگر اسلامک فقہ کو سامنے رکھیں گے تو ٹاپ پر امام ابوحنیفہؒ ہیں، وہ ایمان کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ((الایمان قول)) ایمان نام ہے قول کا، گواہی کا، یہ قانونی ایمان ہے۔ اس ایمان میں عمل سے بحث نہیں ہوگی۔ امام ابوحنیفہؒ نے مزید فرمایا: ((لا یزید لا ینقص)) ایمان نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے۔ قانونی ایمان میں اضافہ یا کمی نہیں ہوتی۔ امام بخاریؒ کا موقف امام ابوحنیفہؒ کے موقف سے بالکل برعکس ہے۔ امام بخاریؒ اپنی کتاب صحیح البخاری میں ایمان کی تعریف اس طرح کرتے ہیں۔ "الایمان قول وعمل ویزید وینقص" "ایمان نام ہے قول اور عمل کے مجموعے کا، اس میں اضافہ ہوتا ہے اور اس میں کمی بھی ہوتی ہے۔" ان دونوں اقوال کو اگر سیاق و سباق کے حوالے سے دیکھیں تو سو فیصد درست ہیں۔ کیونکہ امام ابوحنیفہؒ نے جس ایمان کی بات کی ہے وہ قانونی ایمان ہے اور امام بخاریؒ نے حقیقی ایمان کی بات کی ہے۔ اس لئے کہ امام ابوحنیفہؒ فقیہہ اعظم ہیں۔ وہ جب بات کریں گے تو قانونی بنیاد پر کہیں گے کہ کسے مسلمان قرار دیا جائے گا اور کون غیر مسلم قرار دیا جائے گا۔ کیونکہ قانونی ایمان نام ہے صرف قولی گواہی کا۔ یہ ضروری ہے کیونکہ جب تک اپنی زبان سے "اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ واشھدان محمدا عبدہٗ ورسولہ" کا اقرار نہیں ہوگا، ایمان کا تقاضا پورا نہیں ہوگا۔ جبکہ امام بخاریؒ جو بات کر رہے ہیں وہ حقیقی ایمان کی بات کر رہے ہیں۔ حقیقی ایمان اور عمل صالح کے درمیان چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ ایمان وہ ہے جس کی بنیاد پر آخرت میں فیصلہ ہوگا۔ آپ کی زندگی میں کتنے ہی دن ایسے گزرتے ہوں گے جبکہ آپ ایمان کے اعتبار سے اپنے آپ کو بلند دیکھتے ہوں گے، مثلاً نیک لوگوں کی صحبت اختیار کی، اہل ایمان کے واقعات پڑھے تو ایمان بڑھ جائے گا۔ فاسق و فاجر لوگوں کی صحبت اختیار کریں گے تو ایمان کی کوئی پونجی اگر ہے تو وہ بھی چھن جائے گی۔ ایمان کی دولت میں کمی واقع ہو جائے گی۔ امام ابوحنیفہؒ جب ایمان کی تعریف کرتے ہیں تو وہ قانونی ایمان ہے کہ اس دنیا میں کوئی شخص نماز نہیں پڑھتا، حج نہیں کرتا، زکوٰۃ نہیں دیتا تو اسے دائرہ اسلام سے خارج نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ قانونی ایمان نام ہے صرف گواہی کا۔ دونوں تعریفوں کو اگر آپ الگ الگ دیکھیں گے تو ان میں بعد المشرقین ہے، زمین و آسمان کا فرق ہے۔ لیکن اگر یہ بات ذہن میں بٹھا لیں گے کہ ابوحنیفہؒ بات کر رہے ہیں قانونی ایمان کی اور امام بخاریؒ بات کر رہے ہیں حقیقی ایمان کی تو بات واضح ہو جائے گی۔ مثال کے طور پر ایک شخص مسلمان فوت ہوا۔ اس کے دو بیٹے ہیں۔ ان میں ایک بیٹا بڑا متقی ہے۔ اس کے اندر کے تمام اوصاف موجود ہیں۔ دوسرا بیٹا ہے تو مسلمان لیکن فاسق و فاجر ہے، نمازیں بھی نہیں پڑھتا، روزے بھی نہیں رکھتا۔ اس شخص کا جب انتقال ہوگا تو وراثت کی تقسیم کے وقت یہ نہیں ہوگا کہ آپ نیک و متقی کو وراثت میں زیادہ حصہ دے دیں اور جو فاسق و فاجر ہے اس کو کم حصہ دیں۔ ہرگز نہیں کیونکہ یہ بات ہے قانون کی۔ اگر وہ شخص جو فوت ہوا مسلمان تھا اس کے دونوں بیٹے مسلمان ہیں تو ان کے درمیان وراثت کی تقسیم عدل و انصاف کے ساتھ ہوگی یعنی دونوں میں برابر برابر تقسیم ہوگی۔ یہ ہے اسلام کا قانونی پہلو۔ البتہ نتیجہ کے اعتبار سے جو شخص متقی ہے وہ اپنا بھرپور اجر اللہ کے ہاں حاصل کرے گا، بشرطیکہ ریاکاری نہ ہو جبکہ فاسق و فاجر کو آخرت میں اپنی بد اعمالیوں کی بھرپور سزا مل کر رہے گی کیونکہ جزا و سزا کا تعلق آخرت سے ہے۔ یہاں ہم جو بحث کر رہے ہیں وہ ایمان حقیقی کی بحث کر رہے ہیں، یعنی ایمان و عمل کے درمیان جو باہمی تعلق ہے وہی آخرت میں نتیجہ خیز ہوگا۔ عمل صالح کا اجر اخروی ثواب کی صورت میں ملے گا اور نافرمانی کا اخروی انجام ہلاکت ہے۔

ایمان اور جہاد کا باہمی تعلق:

اسلام کے پانچ ارکان ہیں۔ کلمۂ شہادت، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج جب حقیقی ایمان کی بحث کریں گے تو یہاں دو چیزیں مزید آپ کو شامل کرنا پڑیں گی۔ ایک یقین قلبی یعنی کلمہ شہادت تو زبان سے ادا کیا لیکن اس پر پختہ یقین حقیقی ایمان کا اضافی رکن ہے۔ ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا﴾ "مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک میں نہ پڑیں۔" اس کے ساتھ یہاں ساتویں چیز جو شامل ہوگی وہ جہاد ہے۔ قرآن میں متعدد جگہ اس کا حکم آیا ہے: ﴿وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ "اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔" معلوم ہوا کہ ایمان حقیقی کی جب بحث ہوگی تو جہاد اس کا لازمی تقاضا ہے۔ گویا ایمان حقیقی کے دو اضافی ارکان ہیں، یقین قلبی اور جہاد۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ العصر میں جہاں کم سے کم لوازم نجات کا ذکر کیا گیا وہاں تواصی بالحق کے اندر جہاد فی الواقع موجود ہے۔ تواصی بالحق ہے حق کی گواہی دینا۔ اس کا جوڑ عمل ہوگا اس پر استقامت اور مضبوطی سے جمے رہنا تواصی بالصبر ہے۔ دراصل امر بالمعروف نہی عن المنکر، نیکیوں کی طرف لوگوں کو راغب کرنا، اور

برائیوں کا سد باب کرنا تواصی بالحق کا لازمی نتیجہ ہے۔
جب ہم بحث کر رہے ہیں اُخروی نجات کی یعنی نجات کے کم سے کم تقاضے کیا ہیں تو سورۃ العصر کی روشنی میں ایمان، عمل صالح، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر راہ نجات کے سنگ میل ہیں۔ تواصی بالحق یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں جہاد فی سبیل اللہ شامل ہے۔ جہاد کے مختلف درجے ہیں۔ ہر انسان کے اندر نفس موجود ہے جس میں شیطنت ہے جو برائی کی طرف ترغیب دیتا ہے۔ ﴿اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ﴾ ''نفس امارہ (انسان کو) برائی سکھاتا رہتا ہے۔'' اس نفس کے خلاف مجاہدہ کرنا اس سے کشاکش کرنا جہاد کا بنیادی درجہ ہے۔ حضور ﷺ نے اسے افضل جہاد قرار دیا۔ سب سے بڑا دشمن تو تمہارے اندر ہے۔ اللہ کی سرکشی، بغاوت، اور گناہ کی طرف راغب کرنے والا تمہارا اپنا نفس ہے۔ لہٰذا جہاد کا نقطہ آغاز یا بنیاد اپنے نفس کے خلاف کشمکش سے پڑے گی۔ بگڑے ہوئے معاشرے کے خلاف کشمکش کا مرحلہ دوسرا ہے۔

ہمارے ہاں اردو زبان میں ایک لفظ مستعمل ہے ''جدوجہد'' جس کے معنی ہیں محنت کرنا، کوشش کرنا۔ جب دو فریق آپس میں ایک دوسرے کے خلاف کشمکش کر رہے ہیں تو عربی میں باب مفاعلہ کا یہ خاصہ ہے کہ اس میں آنے والا لفظ دو فریقوں کے درمیان کسی معاملے کو ظاہر کرتا ہے۔ اس باب میں مجاہدہ بن گیا، یہیں سے جہاد نکلا ہے۔ نفس کے خلاف کشمکش، اسے زیر کرنے کے لئے سر توڑ کوشش بھی جہاد ہے۔ اس کے بعد اُس معاشرے کے خلاف جہاد ہوگا جہاں شیطان ننگا ناچ رہا ہے۔ تم پر لازم ہے کہ اللہ نے زبان دی ہے تو اس کو برائی کے خلاف استعمال کرو۔ بے حیائی اور سرکشی کے خلاف آواز اٹھاؤ۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ اگر برائی کے خلاف زبان بھی استعمال نہیں کر سکتے تو نبی اکرم ﷺ نے ایسے شخص کو گونگا شیطان کہا ہے۔ جہاد کی اعلیٰ ترین منزل یہ ہے کہ اس دین کو قائم کرنے کے لئے عملی جدوجہد کرو، جس کے لئے قرآن میں بیسیوں جگہ تاکید آئی ہے۔
﴿وَجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ کے رستے میں مال اور جان سے لڑو۔'' اللہ نے تمہیں جو روپیہ پیسہ، عقل دی ہے، کاروبار دیا ہے تمام صلاحیتیں اس دین کے لئے لگاؤ۔ جہاد کا جہاں بھی ذکر آیا جہاد بالمال کو مقدم کیا۔ اسی طرح جو صلاحیت اللہ نے دی ہے اس کو بھی دین کے لئے لگاؤ۔ ہاں تمہارے بیوی بچوں کا بھی حق ہے، تمہارے اپنے پیٹ کا بھی حق ہے۔

یہ نہیں ہوگا کہ ان تمام چیزوں کو ایک طرف کر دو اور اپنے آپ کو اس کام کے لئے لگا دو۔ ان کے حقوق بھی ادا کرو، اس کے بعد باقی مال، وقت اور صلاحیتیں جو اللہ نے دی ہیں ان کو دین کے لئے لگاؤ، یہ شے ایمان حقیقی کا لازمی تقاضا ہے۔

ایمان کے حصول کے ذرائع:

اگر ہم محسوس کرتے ہیں کہ ایمان حقیقی کی پونجی بہت کم ہے اور اس میں اضافہ چاہتے ہیں تو اس کے لئے ہم کیا کیا ذرائع استعمال کر سکتے ہیں۔
(1) قرآن حکیم: سب سے پہلی شے قرآن حکیم ہے جو ایمان حقیقی پیدا کرے گی۔

وہ جنس نہیں ایماں جسے لے آئیں دکان فلسفہ سے
ڈھونڈے سے ملے گی قاری کو یہ قرآں کے سیپاروں میں

صحابہؓ میں ایمان کیسے پیدا ہوا؟ ﴿وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ﴾ (المائدہ:83) ''اور جب اس (کتاب) کو سنتے ہیں جو (سب سے پہلے) پیغمبر (محمد) پر نازل ہوئی تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔'' وہ قرآن حکیم سنتے تھے تو ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تھے۔ ان کے ایمانی جذبات قرآن سننے کے بعد بہت بلند ہو جاتے تھے۔ سب سے بنیادی شے اس ایمان حقیقی کو حاصل کرنے کے لئے کہ قرآن حکیم سے اپنے تعلق کو مضبوط کرنا ہے۔ اس کی آیات پر غور و فکر کیجئے۔ اس کے معانی، اس کے مفاہیم سمجھنے سے آپ کے اندر ایمان پیدا ہوگا۔
(2) اصحاب علم و یقین کی صحبت: اللہ والوں کی معیت بھی بہت بڑا ذریعہ ہے ایمان کے حصول کا۔ اہل ایمان کی صحبت میں بیٹھیے، ان کی مجالس میں شریک ہوں تو ایمان کے جذبات میں اضافہ ہوگا۔ اس کے بالکل برعکس اگر فاسق و فاجر لوگوں میں بیٹھیں گے تو ایمان کی جو تھوڑی بہت پونجی ہے وہ بھی ضائع ہو جائے گی۔
(3) سیرت مطہرہ اور سیرت صحابہؓ کا مطالعہ: اچھی کتاب کا مطالعہ انسان کی زندگی کو بالکل یوٹرن دے دیتا ہے۔ کسی شخص کی زندگی کے اندر آپ نے انقلاب دیکھا، معلوم ہوا اس نے فلاں کتاب پڑھی تھی۔ تمام کتابوں میں سب سے بڑھ کر کتاب تو قرآن ہے۔ ﴿اَلرَّحْمٰنُ (١) عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (٢) خَلَقَ الْاِنْسَانَ (٣) عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (٤)﴾ ''(اللہ جو) نہایت مہربان، اسی نے قرآن کی تعلیم فرمائی۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا۔ اسی نے اس کو بولنا سکھایا۔'' سب سے ٹاپ پر قرآن کا علم ہے جس سے ایمان حاصل ہوگا۔ اس سے نیچے اہل اللہ کی صحبت ہے۔ اللہ والوں کی صحبت سے ایمان پیدا ہوگا۔ اس کے بعد اذکار مسنونہ ہیں، سیرت مطہرہؐ ہے۔ اس کا مطالعہ کرنے سے ایمان میں اضافہ ہوگا۔
(4) نیک اعمال کرنا: اچھے اور نیک اعمال اگر آپ کرتے ہوں گے تو اس کے نتیجے میں بھی ایمان پیدا ہوگا۔ سورۃ الحجرات میں جو بدوؤں کا حوالہ دیتے ہوئے کہا گیا کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے تو اے نبیؐ! آپ کہہ دیجئے کہ تم ہرگز ایمان نہیں لائے بلکہ کہو کہ ہم نے اسلام قبول کر لیا۔ ایمان تو تمہارے دلوں میں ابھی داخل نہیں ہوا۔ اگر تم اللہ اور رسولؐ کی اطاعت پر لگے رہو گے، تو اللہ تعالیٰ تمہارے اندر ایمان پیدا فرما دے گا۔ یعنی اطاعت اللہ و رسول ﷺ کے نتیجے میں یقیناً ایمان پیدا ہوگا۔
یہ چار ذرائع ہمیں اپنی انگلیوں پر گن لینے چاہیے۔ ایمان حقیقی کے حصول کا دارومدار ان چار چیزوں پر ہے۔

ایمان کا اصل حاصل:

لفظ ایمان کا مادہ ''اَمِنَ'' ہے اسی طرح اس کا کلائمکس ہے، باطنی اطمینان، امن اور سکون، چین اور انبساط، قرآن میں کئی مقامات پر ذکر کیا گیا۔ ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ (یونس:62) ''سن رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔'' اولیاء اللہ کو ایمان اس یقین کے درجے میں حاصل ہوتا ہے کہ ان کے باطن میں امن، چین اور سکون ہوتا ہے۔ لہٰذا انہیں نہ مستقبل کے بارے کوئی اندیشہ یا خوف ہوتا ہے اور نہ ماضی کے بارے میں کوئی پچھتاوا۔ ورنہ انسان اسی کے اندر کڑھ کڑھ کر پریشان ہوتا رہتا ہے کہ فلاں وقت اگر میں یہ کام کر لیتا تو آج یہ نقصان نہ ہوتا۔ اگر یہ کام کر لیتا تو میرا دیوالیہ نہ ہوتا۔ اسی طرح اپنے مصائب کا وہ دوسروں کو مورد الزام ٹھہراتا رہتا ہے۔ لیکن جسے یقین ہے کہ ہر شے اللہ کی طرف سے ہے اور یہ میرے لئے آزمائش اور امتحان ہے، وہ ہر حال میں مطمئن رہے گا۔
قرآن میں ہے: ﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (الملک:2) ''اسی (اللہ) نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔'' جب یہ زندگی اور موت کا سلسلہ آزمائش کے لئے ہے تو اب

اضطراب کہاں کا، بے چینی کہاں کی؟ بہت خوبصورت انداز میں اسی بات کو سورۃ الانعام میں موضوع بنایا گیا۔ ﴿فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (الانعام:81) ''اب دونوں میں سے کون سا فریق امن (اور جمعیت خاطر) کا مستحق ہے۔ اگر سمجھ رکھتے ہو (تو بتاؤ)۔'' یہ دو فریق کون سے ہیں، ایک اہل ایمان دوسرے مشرکین مکہ ہیں۔ ﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○﴾ (الانعام:82) ''جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو (شرک کے) ظلم سے مخلوط نہیں کیا، ان کے لئے امن (اور جمعیت خاطر) ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔'' نوٹ کیجئے یہاں پر بھی لفظ امن آیا ہے جو ایمان کا مادہ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں حقیقی ایمان حاصل ہوتا ہے اور ایمان کی معراج ﴿لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾ ہے

حقیقی ایمان کے بارے میں جو بنیادی باتیں تھیں، وہ میں نے آپ کے سامنے رکھ دی ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں میں حقیقی ایمان پیدا فرمائے جو ہماری سیرت و کردار کے اندر نکھار پیدا کر دے۔ (آمین)

☆☆☆

کھانے کے آداب

احادیث کی روشنی میں

وسیم احمد

کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھیے:

☆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شیطان اپنے لیے کھانے کو جائز کر لیتا ہے (یعنی اس کے لیے کھانے میں شراکت اور حصہ داری کا امکان اور جواز پیدا ہو جاتا ہے) جب کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔'' (صحیح مسلم)

اپنے سامنے سے کھائیے:

☆ حضرت عمر بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں (بچپن میں) رسول اللہ ﷺ کی آغوش شفقت میں پرورش پا رہا تھا۔ (کھانے کے وقت) میرا ہاتھ پلیٹ میں ہر طرف چلتا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے نصیحت فرمائی کہ ''(کھانے سے پہلے) بسم اللہ پڑھا کرو اور اپنے داہنے ہاتھ سے اور اپنے سامنے ہی سے کھایا کرو۔'' (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

دائیں ہاتھ سے کھائیے:

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی کچھ کھائے تو داہنے ہاتھ سے کھائے اور جب کچھ پیئے تو داہنے ہاتھ سے پیئے''۔ (صحیح مسلم)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی نہ بائیں ہاتھ سے کھائے اور نہ اس سے پیے، کیونکہ وہ (شیطان) بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔'' (صحیح مسلم)

لقمہ گرے تو صاف کر کے کھالیجئے اور انگلیاں چاٹیے:

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا کہ ''تمہارے ہر کام کے وقت، یہاں تک کے کھانے کے وقت بھی شیطان تم میں سے ہر ایک کے ساتھ رہتا ہے۔ لہٰذا جب (کھانا کھاتے وقت) کسی کے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو اسے چاہیے کہ اس کو صاف کر کے کھا لے اور شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔ پھر جب کھانے سے فارغ ہو تو اپنی انگلیوں کو بھی چاٹ لے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کس حصے میں خاص برکت (رکھی گئی) ہے۔'' (صحیح مسلم)

ٹیک لگا کر کھانا نہ کھائیے:

☆ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں (کسی چیز سے) ٹیک لگا کر یا کسی چیز کے سہارے سے بیٹھ کر کھانا نہیں کھاتا۔'' (صحیح بخاری)

کھانے میں عیب نہ نکالئے

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا (یعنی یہ نہیں فرمایا کہ اس میں یہ عیب اور نقص ہے) اگر مرغوب ہوا تو تناول فرما لیا اور نہ مرغوب ہوا تو نہ کھایا چھوڑ دیا۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

کھانا کھانے کے بعد اللہ کا شکر ادا کیجیے

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے اس عمل پر خوش ہوتا ہے کہ وہ کھائے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکر ادا کرے، یا کچھ پیئے اور اس پر اس کی حمد اور شکر ادا کرے۔'' (صحیح مسلم)

سونے چاندی کے برتن میں کھانا نہ کھائیے:

☆ سیف بن ابی سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''حریر اور دیبا (ریشمی کپڑے) نہ پہنو، نہ سونے چاندی کے برتن میں پانی پیو، نہ سونے چاندی کی رکابیوں میں کھانا کھاؤ، کیونکہ سونے چاندی کے برتن دنیا میں کافروں کے لیے ہیں اور آخرت میں ہمارے لیے ہیں۔'' (صحیح بخاری)

اھم اطلاع

ان شاء اللہ

ماہ نومبر 2014ء سے امیر تنظیم اسلامی **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ

رفقاء کے تحریری سوالات کے جوابات دیا کریں گے

سوال و جواب پر مشتمل یہ

ماہانہ پروگرام

تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر

امیر سے ملاقات

کے عنوان سے دیکھا جا سکے گا

☆ رفقائے تنظیم پہلے پروگرام کے لیے اپنے سوالات ہر ماہ کی 20 تاریخ تک درج ذیل ذرائع سے بھجوا سکتے ہیں۔

i) بذریعہ ای میل media@tanzeem.org پر۔

ii) بذریعہ خط K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور کے پتے پر۔

iii) بذریعہ SMS موبائل نمبر 0312-4024677 پر۔

☆ سوالات اپنے مکمل نام اور مقامی تنظیم و حلقہ کے حوالہ کے ساتھ بھجوائے جائیں

☆ خالصتاً فقہی نوعیت کے سوالات کے جوابات نہیں دیئے جائیں گے

المعلن: مرزا ایوب بیگ (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 042-35869501-3/042-35856304

نیا نرالا پاکستان

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

پاکستان جلسوں کی لپیٹ میں ہے۔ دھرنوں کا بخار کچھ اترا تو جلسوں نے آلیا۔ ڈیڑھ سال ابھی ہوا نہیں انتخابی جلسوں، اس پر اٹھنے والے بے پناہ اخراجات اور اعصابی تناؤ کے شکنجے سے قوم کو نکلے ہوئے کہ وہی فضا دوبارہ بنادی گئی۔ پاکستانی سیاست ایک نیا موڑ مڑ گئی ہے۔ نیا پاکستان بن چکا ہے اس نو زائیدہ سیاست کے ہاتھوں، جو قائداعظم کے بنائے پاکستان سے دور پار کی بھی مشابہت نہیں رکھتا۔ کہاں ستائیسویں شب، رمضان المبارک میں لا الہ کی گونج تلے اسلامی ریاست کا اقبالی" خواب لیے ہجرت کرتے خونچکاں قافلے...... اور کہاں میوزیکل تھیٹر کے رنگ برنگے نقشے پیش کرتے ہمہ رنگ نئے نرالے لیڈر۔ ہر پارٹی کے رنگ برنگے جھنڈوں کی ٹوپیاں، دوپٹے، رنگے چہرے، موسیقی۔ برہنہ بازو لہراتی لڑکیاں۔ موسیقی پر رقصاں ٹولیاں۔ ایک طرف 62 سالہ جوان کو شادی کی پیش کش کرتی نازنینائیں۔ دوسری طرف بلاول کو ایسی ہی پیش کش کرتی جیالیاں۔ یہ ہے نیا رنگیلا شاہ پاکستان! قوم نے ڈھونڈلی فلاح کی راہ! ترقی کا زینہ یوں چڑھا جائے گا؟ فی الحال تو شاہی کو پہنائے گئے جمہوری لباس کے سارے ڈیزائن قوم دیکھ رہی ہے۔ بھٹو زرداری خانوادے کے تاجور بلاول میاں، لگے ہاتھوں عمران خان نے اپنے ننھے منے برطانوی بادشاہت کا تڑکا لگے سلیمان وقاسم بھی پیش کردیئے۔ قادری نے فوری رونمائی اپنے دونوں جمہوری شہزادوں کی کروادی۔ انتخاب قوم کے ذمے ہے کہ وہ کس خانوادے کو تخت نشین دیکھنا پسند کرے گی۔ ان میں سے کون ہے جو نئے نظام کی نوید لیے ہوئے ہے؟ تبدیلی کے نغموں کے ان سروں پر میوزیکل تھیٹر تو سج سکتے ہیں تاہم امریکی غلامی میں جکڑے اس ملک کی آزادی اور تعمیر نو کے لیے جس آب وگل کی ضرورت ہے وہ یہاں کہاں......! بھارت بارڈر پر نئے مورچے تعمیر کررہا ہے۔ مودی سیاچن کا دورہ کرکے ہمیں ایک جارحانہ موڈ کی خبر دے رہا ہے۔ ایسے میں عالمی ایجنڈوں کے دیرینہ مہرے پرویز مشرف کا یکا یک بھارت کو ایٹمی دھمکی دے ڈالنا۔ جلتی پر تیل ڈالنے کے سوا اور کیا ہے؟ پاکستان اپنی تمامتر فدویت کے باوجود دل کفر میں کھٹکتا ہوا کانٹا ہے۔ ایسے میں انہیں یہاں سے ٹکے سیر ایجنٹ تو بے حساب میسر ہیں۔ پاکستان کا حقیقی نجات دہندہ بن کر اسے ایک مستحکم آزاد خودمختار باوقار مسلم مملکت کا تشخص دینے والا دور دور نظر نہیں آتا۔ سیلاب کی سالانہ تباہ کاریاں ہانکے پکارے کالاباغ ڈیم کی ضرورت کی خبر دیتی ہیں۔ مگر ملکی سلامتی اور معیشت کے لیے ناگزیر اس ڈیم کی تعمیر کا منصوبہ بلند آہنگ دعوے بگھارتی کسی ایک پارٹی کے پاس بھی نہیں! یہی حال حقیقی وسائل بروئے کار لانے والے تمام منصوبوں کا ہے۔ کسی پارٹی کے ذمے بھتے اور ٹارگٹ کلنگ ہے۔ کسی کے ذمے افراتفری وانتشار پیدا کرنے کے تمامتر ذرائع وسائل بروئے کار لانا ہے۔ رہی حکومت تو وہ قوم کے حقیقی مسائل سے نظر چرا کر بنے شہر ادھیڑ ادھیڑ کر میٹرو بنانے کے نشے میں مبتلا ہے۔ تعلیم کی بربادی کا ٹھیکہ ہر جا گوروں کو دے دیا۔ نصابوں کی بربادی پر مستزاد انگریزی زبان مسلط کرنے کی دیوانگی ہے۔ وفاقی اداروں میں اساتذہ تک سر پیٹ رہے ہیں کہ جس انگریزی پر اساتذہ کی بڑی تعداد عبور نہیں رکھتی وہ بچوں پر کیونکر مسلط کرکے تعلیم کی خدمت کی جائے گی! ہر شعبہ تباہی کی بھینٹ چڑھانے پر کمربستہ ہیں۔ مزید خوش خبری یہ ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا CIA نیٹ ورک پاکستان میں کارفرما ہے! راز کھلنے میں کئی برس لگ جاتے ہیں۔ اب 2002ء سے شروع ہونے والی ان سرگرمیوں کی رپورٹ شائع ہوئی ہے۔ امریکیوں پر جاسوسی اور خفیہ سرگرمیوں کے لیے ویزوں کی برسات رہی۔ آج کے حقائق بھی مزید چند سالوں بعد کھل جائیں گے۔ اگرچہ قرائن تو بہت کچھ کل بھی بتاتے رہے اور آج بھی بتا ہی رہے ہیں لیکن عوام دھتورا پیئے ملک وملت کی فکر سے بے غم نفسا نفی میں گم ہیں۔ نظریاتی کونسل نے تحفظ پاکستان آرڈیننس کو خلاف شریعت قرار دیا ہے۔ حالانکہ شریعت کا یہاں تذکرہ کیا۔ یہ تو تحفظ امریکہ آرڈیننس ہے۔ اب تو پاکستان کا جینا مرنا...... قربانیاں سب امریکہ کی خاطر ہیں۔ شریعت کو بے دخل کرکے ہی ہم امریکہ کے فرنٹ لائن اتحادی بنے تھے۔ وگرنہ قرآن کب کفر سے دوستی اور محبت اس درجہ نباہنے کی اجازت دیتا تھا؟ شریعت گوانتاموکے ہاتھ مسلمان بیچ کر پیسے کب کھرے کرنے دیتی (مشرف کی کتاب میں اقرار)۔ مسلم افغانستان کی بربادی کے لیے برسہا برس ہوائی اڈے، نیٹو فوجی رسد کے لیے ملک خداداد کی ساری سڑکیں، شاہراہیں اور فضائی حدود کیونکر وقف رہ سکتی تھیں۔ شریعت لال مسجد کو پامال کیسے ہونے دیتی۔ سی آئی اے قبائلی علاقوں میں دندناتی؟ ملالہ کے باپ کی میزبانی سے اس کے ایجنٹ طویل عرصہ لطف اندوز ہوتے؟ پابندِ شریعت قبائل آپریشن در آپریشن کی زد میں آتے؟ اب تو سرعام امریکی سفیر نے اس سب کو تحفظ امریکہ قرار دے دیا۔ اسی لیے شوال میں آپریشن کی تیاری کی خبر ہمارے دو افسران نے واشنگٹن بریفنگ میں پہلے فراہم کی۔ وہاں سے ڈان کے رپورٹر نے یہاں رپورٹ کی تو ہمیں بھی پتہ چلا۔ لہٰذا یہ خلاف شریعت والے فتوے روک لیجیے۔ امریکی جنگ شریعت اسلامیہ سے پوچھ کر کیونکر لڑی جاسکتی ہے! تاہم اب نئی پریشانی یہ لاحق ہے کہ پرانے مسلمانوں کو تو میڈیا، حکمرانوں نے رینڈ کارپوریشن نے مزاحمت کی جگہ مبنی بر مداہنت اسلام پڑھادیا۔ میزائلوں کا مقابلہ مرنجاں مرنج رواداری سے ہوگا۔ بہتے خون مسلم سے منہ موڑ کر برداشت کا مظاہرہ، مقالے، سیمینارز، ورکشاپیں، ان سے ایک قدم اور آگے رنگ ترنگ بھنگڑوں بھرے دھرنے تماشے چلیں گے۔ مگر یہ اچانک نوزائیدہ امریکی برطانوی آسٹریلوی اور اب کینیڈا کے نومسلم شام میں برپا جنگ پر بھڑک بھڑک اٹھ رہے ہیں۔ شام میں دھڑادھڑ ہائی ٹیک بمباریاں کرکے وار تھیٹر دہکانے والوں کو پاگل کردینے کے لیے صرف ایک یا دو سرپھرے کافی ہو جاتے ہیں۔ مانٹریال، اوٹاوا میں نہ کسی جہادی تنظیم سے وابستگی، نہ کسی سازش کے تانے بانے...... اچانک دو واقعات (پارلیمنٹ پر حملہ، تین فوجیوں پر حملہ) نے پورے کینیڈا، امریکہ کو ہلا کر رکھ دیا جہاں ساتھ ہی ایک پولیس افسر ٹوکے سے اور دو گولیوں سے مارے گئے۔ خوف کے عالم میں شمالی امریکہ کی ایٹمی کمانڈ نوراڈ کو متحرک کیا گیا۔ کینیڈا کا وزیراعظم پندرہ منٹ تک پارلیمنٹ کی ایک الماری میں چھپا رہا۔ ! دنیا میں موت برسانے والے، بڑی بڑی آبادیوں کو تہ وبالا کرکے امن وامان، دانہ پانی چھین لینے والے دربدریوں کے عذاب میں مبتلا کردینے والے اپنے ہاں دو پٹاخے برداشت کرنے کی تاب نہیں رکھتے......؟ مکافات عمل تو ہوگی۔ پہلی قسط دنیا میں...... اور لامنتہا آخرت میں! المیہ تو یہ ہے کہ ہم ڈوبتی کشتی میں لدے بیٹھے ہیں کیونکہ وہ شان وشوکت میں ٹائی ٹینک سی ہے!

آہ کہ کھویا گیا تجھ سے فقیری کا راز
ورنہ ہے مال فقیر سلطنتِ روم و شام!

اتحادِ اُمت

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

کامیابی کسی چیز کی مصنوعی صورتوں کو اختیار کرنے سے نہیں ہوتی بلکہ اصل چیز دلی جذبہ ہے جو کامیابی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ قوموں کو زندہ رہنے اور ترقی کرنے کے لئے دو چیزیں نہایت اہم ہیں: (1) خطرے کا احساس اور (2) مقصد سے وابستگی۔ مثلاً اگر ہم اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے ہوں کہ کسی چیز کو آگ لگ گئی ہو اور شعلے بھڑک رہے ہوں تو فطری طور پر ہم اپنے تمام اختلافات کو فراموش کر کے فوری متحدہ طور پر آگ بجھانے کی فکر میں لگ جائیں گے۔

اتحادِ ملت خدا کا انعام

آپس کے اتحاد کے لئے کوئی ایک دوسرے کو چپکانے والی اور ملانے والی مادی شے آج تک دنیا میں ایجاد نہیں ہوئی بلکہ اتحاد ملت اللہ کی توفیق اور اُس کا خاص انعام ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: ﴿لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ﴾ ''اے نبیؐ اگر آپ ساری دنیا کے خزانے بھی خرچ کر دیتے تو ان صحابہؓ کے قلوب میں الفت (محبت اور اتحاد و یگانگت) نہیں پیدا کر سکتے تھے لیکن اللہ ہی نے (اپنے فضل و کرم سے بطور انعام و احسان) اُن میں آپس میں الفت (واتحاد) پیدا فرما دیا۔''

ظاہری طور پر اگر کوئی چیز اتحاد کے لئے محرک ہو سکتی ہے تو وہ خطرہ کا احساس ہے جب خطرے کا احساس پیدا ہو جاتا ہے تو انسان خود بخود متحد ہو جاتا ہے۔ ہم جو ہندوستان میں آپسی انتشار کا شکار ہو کر ایک دوسرے کے متعلق غلط فہمیاں پیدا کر رہے ہیں وہ خطرے کا احساس نہ ہونے کی وجہ سے ہی ہے۔ میں الحمد للہ فطرتاً رجائی واقع ہوا ہوں، یعنی میرا ذہن مایوسی کی طرف بہت کم جاتا ہے۔ اُس خطرناک دور میں بھی جس میں لوگوں نے اسلام اور مسلمانوں کو خطرے میں سمجھا اور یہ قیاس کیا کہ ہندوستان میں بھی اسپین کے سے حالات پیدا ہوں گے تو میں ایسے وقت بھی مایوس نہیں ہوا۔ لیکن اب حالات کے گہرے مطالعے کے نتیجے میں میرا ذہن اس طرف جا رہا ہے کہ مسلمانوں کے حالات بہت بگڑتے جا رہے ہیں۔

آپسی اختلافات اور ان کے حدود

یہاں حالت یہ ہے کہ اگر کسی فرد کو دوسرے فرد سے یا جماعت کو کسی دوسری جماعت سے ایک فیصد بھی اختلاف ہو تو سو فیصد مخالفت کی جاتی ہے۔ افسوس کہ ہم میں کردار کشی اور کسی کی عزت کو خاک میں ملا دینے کا مذموم جذبہ پروان چڑھ رہا ہے۔ اس کے برخلاف ہماری ہمسایہ قوم میں یہ بات ہمارے مقابلے میں چوتھائی بھی نہیں۔ مثلاً گاندھی جی سے اختلاف کے باوجود انہیں ذلیل کرنے، بدنام کرنے اور گرانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ خاص طور سے ہماری صحافت کا یہ بہت بڑا عیب ہے کہ وہ مخالفت میں حدود سے تجاوز کر جاتی ہے۔

ایک عظیم ملت کی افسوسناک حقیقت!

ایک ایسی ملت جو اپنے اندر اخلاق حسنہ کی ایک عظیم تاریخ رکھتی ہو، اس کی یہ افسوس ناک صورتِ حال ہے کہ ذرا بھی کسی فرد یا جماعت سے ناپسندیدگی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے تو کسی رعایت کے بغیر آگ کی طرح اس کی مخالفت کی جاتی ہے۔ کسی قیادت، شخصیت یا ادارے کا احترام اور اُس کی افادیت کو تسلیم کرنا مفقود ہوتا جا رہا ہے۔ اس سے یہ اندیشہ ہے کہ کہیں اس ملک میں ایسے حالات پیدا نہ ہو جائیں کہ ہم اچھوت کی طرح ہو جائیں۔ اجتماعی طور پر آپس میں ایک دوسرے کا تعاون کرنے کی صلاحیت مسلمانوں سے ختم ہوتی جا رہی ہے۔ ذرا سا کسی کو اُبھرتا ہوا دیکھیں تو اُس کی مخالفت میں سارا زور خرچ کر دینا ہمارا وطیرہ بن گیا ہے۔ ایسا بھی نہیں کہ کوئی شدید بنیادی اختلاف اور ٹکراؤ پیدا ہو رہا ہو بلکہ صرف نظریاتی اختلاف ہی کو بنیاد بنا کر فساد پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ماحول سے آنکھیں بند کر لینا اور فضا کو ہموار کرنے کی کوشش نہ کرنا ہماری عادت سی بن گئی ہے۔ ہم نہ حالات کو سمجھنا چاہتے ہیں اور نہ ملکی نقطہ نظر سے کبھی اس بات پر بھی غور کرتے ہیں کہ ہم اس ملک کو کچھ دے بھی سکتے ہیں۔ ہمارا حال ایک جزیرے کا بلکہ جزیروں میں جزیرے کا سا ہو گیا ہے۔ ملت اسلامیہ خود ایک جزیرہ اور پھر جزیروں میں جزیرہ بن کے رہ گئی ہے۔ ہر ادارہ، ہر پارٹی بلکہ ہر انجمن ایک جزیرہ بن گئی ہے۔

ایک دردناک صورتحال

میرے ذہن پر خوف طاری ہو رہا ہے کہ اس ملک کا اور اس ملک میں رہنے والوں کا کیا ہو گا؟ ابھی تک دیانتداری اور اخلاص کے ساتھ کسی طرف سے بھی یہ کوشش نہیں کی جا رہی ہے کہ کسی ادارے، جماعت، انجمن یا فرد کی حقیقی افادیت اور اس کی قدر و قیمت کو سنجیدگی سے سمجھا جائے۔ ابھی تک اس کی بھی کوئی کوشش نہیں کی جا رہی ہے کہ اکثریت صحیح معنی میں ہمیں سمجھے اور ہماری افادیت وضرورت کو محسوس کرے۔

کیا ہم نے اذان کا مفہوم بھی سمجھایا!

افسوس کہ آج تک ہم نے اذان بھی سمجھانے کی کوشش نہیں کی۔ آج کل لاؤڈ اسپیکر کا اس قدر شوق کہ بالکل آمنے سامنے کی مساجد میں بلاضرورت لاؤڈ اسپیکر سے اذانیں بلند ہو رہی ہیں۔ کیا اعلائے کلمۃ الحق کے یہ معنی ہیں کہ بلند میناروں پر لاؤڈ اسپیکر لگا کر اذان دی جائے؟ کیا ہم نے کبھی سنجیدگی کے ساتھ یہ کوشش بھی کی کہ اپنے برادران وطن کو کم از کم اذان کا مفہوم ہی سمجھا دیں۔ ہندی یا تلگو میں کہیں اذان کا ترجمہ یا اس کا مفہوم شائع کر کے تقسیم کیا جا رہا ہے؟ غیر مسلم بھائیوں نے یہ سمجھا کہ مسجد میں یہ لوگ جاتے ہیں وہاں کچھ اجتماع اور تقریر ہوتی ہو گی۔

اسپین کی تاریخ باعث عبرت ہے

جہاں تک شخصیتوں کے پیدا کرنے کا تعلق ہے اسپین اور اندلس بہت مردم خیز سرزمین ہے۔ شیخ اکبرؒ کہاں پیدا ہوئے؟ آج تک مجھ میں ایسا تاثر نہیں پیدا

ہوا جیسا زبردست تاثر اسپین کی تاریخ نے مجھ میں پیدا کیا۔ یہی اندلس کی سرزمین ہے۔ جہاں سے ابن ماجہ پیدا ہوئے، ابن رُشد جیسے فلسفی، ابن حزم جیسا فقیہہ اور محدث یہیں سے پیدا ہوئے، اسی سرزمین کے محققین اور مسلم سائنسدانوں نے فلکیات، طبعیات اور تعمیراتی سائنس کی ایک نئی طرح ڈالی اور یورپ کی نشاۃ ثانیہ دراصل یہیں کے عرب و مسلم علماء کا فیضان ہے، وہاں مسجدوں کی بہتات اور مدارس کی فراوانی تھی، مگر چونکہ دعوت دین کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں کی گئی، اس لئے ایک صلیبی فتنہ اٹھا اور وہ پورے اندلس کو بہالے گیا۔

عظیم الشان مساجد اور فلک بوس عمارتیں ہمارے وجود کی ضامن نہیں

ہمیں اس خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ ہمارے پاس عظیم الشان مساجد ہیں اور ہماری تہذیب و تمدن اور کلچرل کی نمائندہ فلک بوس عمارتیں ہیں جو ہمارے وجود و بقا کی ضامن ہیں۔ یہ کافی نہیں بلکہ ہم اپنی آبادی کو بتلائیں کہ ہم کیا ہیں؟ ہم اُن کے لئے دنیوی اور اُخروی اعتبار سے کس قدر مفید اور سود مند ہیں۔ انہیں ہم اپنے سے مانوس کریں۔ اپنے اسلامی اخلاق و کردار سے انہیں گرویدہ کریں تا کہ وہ ہماری اہمیت اور ضرورت کو محسوس کریں۔

تاریخ —— دودھاری تلوار

تاریخ کا معاملہ تو یہ ہے کہ کسی کو فرشتہ اور کسی کو شیطان ثابت کر سکتے ہیں۔ دونوں کا مواد تاریخ میں موجود ہے۔ یہ ایک دو دھاری تلوار ہے۔ دور آصفی پر آج تک کوئی سنجیدہ اور حقائق پر مبنی کتاب نہیں لکھی گئی بلکہ یہ تاثر ہے کہ مسلمانوں کی سلطنت تھی۔ مسلمانوں کو عہدے دیئے گئے تھے اور وہ تعیشات میں مبتلا ہو کر مزے اُڑا کر کھاپی کر چلے گئے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

یہاں سب جماعتی تعصب میں مبتلا ہیں

ہمارے تعصب کا عالم یہ ہے کہ ہم اپنی جماعت یا اپنے لوگوں کے علاوہ کسی دوسری جماعت یا فرد کو کوئی کریڈٹ دینا نہیں چاہتے خواہ وہ کتنا ہی مفاد ملت کا کام کرے۔ ملت اصل ہے۔ ملت کی مثال دریا کی ہے اور جماعتیں گویا لہریں ہیں۔ میں یہاں سے لے کر مصر تک گیا ہوں لیکن سب میں جماعتی تعصب دیکھا سوائے اخوان المسلمین کے کہ اس کا حال البتہ یہ ہے کہ قطع نظر اس کے کہ یہ ہماری جماعت کا آدمی ہے یا نہیں صرف مسلمان ہونے کی بنا پر ملتے اور ایک دوسرے کا اکرام کرتے ہیں۔ لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ہم پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ کسی جماعت کے بانی سے ہمارے خیالات کی کتنی مطابقت ہے۔ اگر مطابقت نہیں ہے تو دل کھلتا نہیں۔

حضرت خالد سیف اللہؓ کے اخلاص کی مثال

حضرت خالد سیف اللہؓ دور رسالت، دور صدیقی اور دور فاروقی کے ایسے عظیم سپاہ سالار تھے کہ جن کا نام دشمنوں پر رعب ڈالتے اور مسلمانوں کی ہمت بڑھانے کے لئے کافی تھا لیکن حضرت عمرؓ نے کسی مصلحت سے جب اُنہیں معزول کر کے سر سے عمامہ اُتروا کر گلے میں ڈالوا دیا تو حضرت خالدؓ کے اخلاص میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا اور پوری جاں نثاری اور للّٰہیت کے ساتھ ایک معمولی سپاہی کی حیثیت میں جہاد کرتے رہے۔

حیدرآباد میں ہماری ذمہ داری

حیدرآباد میں آپ حضرات کی ذمہ داری بہت زیادہ ہے آپ کو اپنی افادیت، ضرورت اور اہمیت کو ثابت کرنا اور اپنے دور کے تابناک پہلو کو واضح کرنا ہے۔ غیر مسلموں کو قریب کرنے اور انہیں مانوس کرنے کی ضرورت ہے۔

تبلیغ واشاعت میں دین کا تعارف ہو نہ کہ جماعتوں کا

بہت دنوں سے میں کہہ رہا ہوں کہ تلگو میں اسلام کا تفہیمی لٹریچر منتقل کریں۔ اس کام میں محض دین کا تعارف ہو جماعتوں کا تعارف نہ ہو، لیکن افسوس کہ ہم اس اہم کام میں بھی دین کا تعارف کم کراتے ہیں اور جماعتوں کا زیادہ، بقول علامہ اقبالؒ

بتانِ رنگ وخوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ افغانی رہے باقی نہ ایرانی نہ تورانی

......نہیں رہے

ماہر القادری

اب جوشِ اضطراب کے ساماں نہیں رہے
ساحل کو ہے گلہ کہ وہ طوفاں نہیں رہے
خونِ جگر سے کھیلنے والے کہاں گئے
قطرے لہو کے زینتِ داماں نہیں رہے
جن کے جنوں پہ ناز تھا فصلِ بہار کو
وہ عاشقانِ چاک گریباں نہیں رہے
پھولوں میں نازکی ہے نہ کانٹوں میں سختیاں
صحرا نہیں رہے وہ گلستاں نہیں رہے
جن کے حضور سطوتِ کسریٰ تھی سجدہ ریز
وہ بوریا نشین سلیماں نہیں رہے
تیغوں کے زخم دب گئے اچھا یوں ہی سہی
سجدوں کے داغ بھی تو نمایاں نہیں رہے
جن کی نشید نغمۂ بیدار بن گئی
وہ کاروانِ دل کے حُدی خواں نہیں رہے
تھی جن کی فکر حاصلِ پروازِ جبرئیل
وہ حاملانِ معنیٔ قرآں نہیں رہے
جن کے لیے تھی "انتم الاعلون" کی نوید
اللہ! کیا ہوا، وہ مسلماں نہیں رہے!

مرسلہ: عدنان جمیل قریشی

رہبر و رہنما: محمد رسول اللہ ﷺ

ابو عبداللہ

حاکم صرف اور صرف ایک ہے یعنی اللہ تعالیٰ۔ بندوں پر صرف اسی کا حکم چلتا ہے، دوسروں کا نہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنا حکم ہر بندے کے پاس براہِ راست نہیں پہنچاتا بلکہ وہ اپنے بندوں میں سے کسی ایک بندے کو منتخب کر لیتا ہے اور اس بندے کو اپنے تمام احکام سے مطلع فرماتا ہے۔ وہ بندہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام سے دوسروں کو مطلع کر دیتا ہے۔ ایسے بندے کو نبی یا رسول کہتے ہیں۔ رسول اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان واسطہ ہوتا ہے۔ اسی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوتی ہے۔ اس کی اطاعت عین اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت کی۔“ (النساء:80)

رسولؐ خود اپنی اطاعت نہیں کراتا بلکہ اس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”کوئی رسول ہم نے نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔“ (النساء:64)

کیونکہ اطاعت (جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں) صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ لہٰذا بغیر اس کے حکم یا اجازت کے کسی دوسرے کی اطاعت نہیں کی جاسکتی، اگر کوئی شخص بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم یا اجازت کے دوسرے کی اطاعت کرتا ہے تو گویا اس نے اس دوسرے شخص کو اطاعت میں اللہ تعالیٰ کا شریک بنالیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے کہ اپنے کسی بندے کی اطاعت کو انسانوں پر فرض قرار دے دیا۔ اگر بندے خود کسی کو اطاعت کے لئے منتخب کر لیں تو گویا وہ خود اِلٰہ بن بیٹھے، اللہ تعالیٰ کے حق رسالت پر خود قابض ہو گئے اور یہ شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کس کو عطا فرمائے۔“ (الانعام:164)

رسول کو رسالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”(اے ابراہیمؑ) میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بناؤں گا۔“ (البقرہ:124) حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام دُعا فرماتے ہیں: ”(اے اللہ) میری اولاد میں سے بھی (پیشوا بنائیو)“ (البقرہ:124) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”(ہاں بناؤں گا لیکن) ہمارا اقرار ظالموں کے لئے نہیں ہوا کرتا۔“ (البقرہ:124)

آیت بالا سے ثابت ہوا کہ رسول بنانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے نہ کہ انسانوں کا۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور چند اور رسولوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”ہم نے ان رسولوں کو پیشوا بنایا تھا، وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ہم نے اُن کو نیک کام کرنے کی وحی کی تھی۔“ (الانبیاء:73)

اس آیت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے بہت سے نبیوں کا ذکر فرمایا ہے اور اُن کے پیشوا بنائے جانے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ان آیات سے ثابت ہوا کہ رسول بنانا اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ رسول ہی وہ ہستی ہوتی ہے جس کو اپنے تمام اختلافات میں حَکَم ماننا اور اُس کے فیصلہ کو بلا چون و چرا تسلیم کرنا حقیقی ایمان ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”(اے رسول ﷺ) آپؐ کے رب کی قسم لوگ اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تمام اختلافات میں آپؐ کو حَکَم نہ مان لیں اور جو فیصلہ آپؐ کریں اُس سے کسی قسم کی تنگی نہ محسوس کریں بلکہ اُس کو برضا و رغبت تسلیم کرلیں۔“ (النساء:65)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام اختلافات میں رسول (ﷺ) آخری سند ہیں جو لوگ اپنے معاملات میں کسی غیر نبی کو سند مانتے ہیں اُس کے قول و فعل کو بلا چون و چرا اور بے دلیل تسلیم کرتے ہیں وہ گویا اُس کو نبی کا درجہ دیتے ہیں۔ آیت بالا کی رُو سے ایسے لوگ مومن نہیں ہو سکتے۔ رسول ہی وہ ہستی ہے جس کی پیروی کرنے سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”(اے رسول ﷺ) کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو (میری پیروی کرو گے تو) اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا، اللہ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔“ (آل عمران:31)

رسول ہی وہ ہستی ہے جس کی اطاعت اور پیروی سے ہدایت ملتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اگر تم رسول ﷺ کی اطاعت کرو گے تو ہدایت یاب ہو جاؤ گے۔“ (النور:54)

”رسول ﷺ کی پیروی کرو تاکہ تمہیں ہدایت مل جائے۔“ (الاعراف:158)

کیا اللہ کی طرف سے ایسی سندیں رسول اللہ کے علاوہ کسی اور کے حق میں بھی وارد ہوئی ہیں، اگر نہیں تو بے سند شخص کیسے رسول ہو سکتا ہے، کیسے اس کی اطاعت اور پیروی سے ہدایت مل سکتی ہے۔ رسول ہی وہ ہستی ہے جو اپنے منصب کے لحاظ سے اس بات کا حقدار ہے کہ وہ منزل من اللہ شریعت کی تشریح و توضیح کر سکے، کسی دوسرے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ تشریح و توضیح کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”(اے رسول ﷺ) ہم نے یہ شریعت آپؐ پر (اس لئے) نازل کی ہے تاکہ آپؐ لوگوں کے لئے نازل شدہ باتوں کی تشریح کر دیں اور لوگ (اپنی نجات کے متعلق) سوچ سکیں۔“ (النحل:44)

رسول ﷺ ہی کی وہ ہستی ہے جس کے قول و فعل کی مخالفت کرنا فتنہ عظیم اور عذاب الیم کو دعوت دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”ان لوگوں کو جو رسولؐ کے قول و فعل کے خلاف ہیں ڈرتے رہنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ کہیں وہ کسی فتنہ میں مبتلا ہو جائیں یا ان پر کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے۔“ (النور:63) رسول ہی کی وہ ہستی ہے جس کا طریقہ تمام مسلمانوں کے لئے ضابطہ حیات ہے۔ یہی وہ نمونہ ہے جس کے مطابق بن کر لوگ اللہ تعالیٰ سے کوئی اُمید رکھ سکتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’’بے شک تمہارے لئے رسول اللہ کی پیروی کرنی بہتر ہے۔ اُس شخص کے لئے جو اللہ اور قیامت کی اُمید رکھتا ہو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو۔‘‘ (الاحزاب:21)

یہ نمونہ اللہ تعالیٰ نے بھیجا۔ اللہ کے نمونہ کے علاوہ دوسرے نمونے بنانا خود کو اللہ تعالیٰ کے منصب پر فائز کرنا ہے، اور یہ شرک ہے۔

رسولؐ ہی وہ سراج منیر اور روشن چراغ ہے جس کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کا مطالعہ ہو سکتا ہے۔ اگر یہ روشن چراغ نہ ہو تو پھر تاریکی میں نہ شریعت الٰہی کا مطالعہ ہو سکتا ہے نہ صراطِ مستقیم مل سکتی ہے۔ ظلمت میں سوائے ضلالت کے اور کیا مل سکتا ہے۔ انسانوں میں رسولؐ ہی کی وہ ہستی ہے جس کا فیصلہ مل جانے کے بعد کسی مومن کو اختیار باقی نہیں رہتا کہ وہ اس معاملہ میں خود کوئی رائے دے یا کسی دوسرے کی رائے لے۔ مومن کو رسولؐ کے فیصلہ ہی پر عمل کرنا ہوگا اور بس۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

’’مومن مرد اور عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ جب اللہ اور رسولؐ کسی معاملہ میں فیصلہ صادر فرما دیں تو پھر بھی انہیں اس معاملہ میں کسی قسم کا اختیار باقی رہے (کہ اس فیصلہ کے مطابق کریں یا نہ کریں) اور جو شخص بھی اللہ اور اُس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا۔‘‘ (الاحزاب:36)

کیا یہ حق اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی اور انسان کو دیا گیا ہے، اگر نہیں دیا گیا تو پھر وہ واجب الاتباع کیسے ہو سکتا ہے؟ کسی مومن کو اختیار نہیں کہ رسولؐ کا فیصلہ سننے کے بعد کوئی اور بات کہے سوائے اس کے کہ میں نے سنا اور میں اطاعت کروں گا۔‘‘ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’جب مومنین کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف بلایا جائے تاکہ اللہ اور اُس کا رسولؐ اُن کے درمیان فیصلہ کریں تو اُن کا قول سوائے اس کے اور کچھ نہ ہونا چاہیے کہ ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت کی۔‘‘ (النور:51)

رسولؐ ہی کے متعلق اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے کہ وہ سیدھے راستہ پر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’’(اے رسولؐ) بے شک آپؐ سیدھے راستہ پر ہیں۔‘‘

رسولؐ ہی کے متعلق اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے کہ وہ سیدھے راستہ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’(اے رسولؐ) بے شک آپؐ سیدھے راستہ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔‘‘ (المومنون:73)

رسولؐ ہی کے متعلق اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے کہ اس کی پیروی سے سیدھا راستہ مل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

’’(اے رسولؐ کہہ دیجئے) میری پیروی کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔‘‘ (الزخرف:61)

یہ آیات اس بات کی کھلی سند ہیں کہ رسولؐ صراطِ مستقیم پر ہے، رسولؐ صراطِ مستقیم کی طرف دعوت دیتا ہے۔ رسولؐ کی پیروی صراطِ مستقیم ہے۔ بتایئے یہ سندیں اور ضمانتیں کسی اور کے پاس ہیں؟ نہیں ہیں تو ان کی بات آخری سند کیسے ہو سکتی ہے، ان کے فتوے اور قیاسات دین میں کس طرح شامل ہو سکتے ہیں۔ رسولؐ ہی کی وہ ہستی ہے جس کی ہر دعوت اور ہر پکار حیات جاوداں بخشتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’اے ایمان والو، جب اللہ اور رسولؐ تمہیں ایسی بات کی طرف بلائیں جو تمہارے لئے حیات بخش ہو تو فوراً ان کی بات قبول کر لیا کرو۔‘‘ (الانفال:24)

رسولؐ ہی کی وہ ہستی ہے جس کی پیروی نہ کرنا میدان محشر میں باعث حسرت و ندامت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

’’روزِ محشر گنہگار اپنے ہاتھ کاٹ کھائے گا۔ اور کہے گا اے کاش! میں نے رسولؐ کی پیروی کی ہوتی۔‘‘ (الفرقان:27)

رسولؐ ہی کی وہ ہستی ہے جس کی پیروی سے رحمت ملتی ہے۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

’’میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔ یہ رحمت میں ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں، یعنی وہ لوگ جو رسولؐ کی پیروی کرتے ہیں۔‘‘ (الاعراف 157,156)

رسولؐ ہی وہ ہستی ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا، جو بے خوف و خطر حق کو بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’جو لوگ اللہ کی رسالت کو پہنچاتے ہیں اور اللہ ہی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے (وہی آپ کے لئے نمونہ ہیں)۔‘‘ (الاحزاب:39)

رسول کا فرضِ منصبی ہے کہ بے خوف و خطر اللہ کے احکام کی تبلیغ کرے اور کسی ملامت کرنے والے، طعنہ دینے والے کی پرواہ نہ کرے، بلکہ اپنے مخالفین کو چیلنج دے کہ تم سب کو مل کر جو کچھ میرے خلاف کرنا چاہتے ہو کر گزرو اور مجھے ذرا سی بھی مہلت نہ دو۔

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں: ’’تم اپنے تمام شرکاء کو جمع کرو پھر (میرے خلاف) جو کچھ کرنا چاہو سب مل کر اس کا فیصلہ کرو، تمہاری تدبیر کا کوئی گوشہ تم سے مخفی نہ رہ جائے، پھر میرے خلاف (جو چاہو) کر گزرو اور مجھے (ذرا سی بھی) مہلت نہ دو۔‘‘ (یونس:71)

حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں:

’’تم سب مل کر میرے خلاف جو تدبیر کرنی چاہو کر لو پھر مجھے (ذرا سی بھی) مہلت نہ دو۔‘‘ (ہود:55)

اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

’’(اے رسولؐ) آپؐ کہہ دیجئے کہ اپنے شریکوں کو بلاؤ اور (سب مل کر) میرے خلاف جو تدبیر کرنی چاہو کرو، پھر مجھے (ذرا سی بھی) مہلت نہ دو۔‘‘ (الاعراف:195)

اس حکم الٰہی کی تعمیل میں رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنی قوم کو چیلنج دے دیا اور کسی کا خوف محسوس نہیں کیا۔ الغرض رسولوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے کہ وہ کسی سے نہیں ڈرتے۔ وہ بے خوف و خطر ہر مسئلہ کو بیان کرتے ہیں خواہ مخالفین اس مسئلہ کو سن کر کتنے ہی غیظ و غضب میں آئیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع مت کرو۔‘‘ (محمد:33)

آیت بالا سے معلوم ہوا کہ اعمال کی قبولیت کا دار و مدار اطاعت رسولؐ پر ہے۔ تمام اعمال حسنہ جو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق نہ کئے جائیں باطل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’یقیناً اللہ نے مومنین پر بڑا احسان کیا ہے کہ اُن میں انہیں میں سے ایک رسول مبعوث کیا جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے، اُن کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔‘‘ (آل عمران:124)

اللہ تعالیٰ اپنی مقدس کتاب میں اہل ایمان کو حکم دیتا ہے:

’’اگر تم لوگوں میں کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اس معاملہ میں اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔‘‘ (النساء:59)

(بقیہ صفحہ 17 پر)

پاکستان کو لاحق داخلی و خارجی خطرات

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی: بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر غلام مرتضیٰ (دفاعی تجزیہ کار)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد

مرتب: فرقان دانش

سوال: عمران اور قادری کی احتجاجی تحریک دھرنوں سے نکل کر جلسوں میں تبدیل ہو گئی ہے۔ اسے آپ دھرنوں کی ناکامی کہیں گے یا Strategy کی تبدیلی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: دراصل شروع سے ہی یہ دونوں دھرنے الگ الگ تھے۔ طاہر القادری کا دھرنا اپنی جگہ پر اور عمران خان کا دھرنا اپنی جگہ پر تھا۔ اگرچہ ان کا آپس میں پیغامات کا تبادلہ ہوتا رہتا تھا۔ طاہر القادری صاحب دھرنے کی بساط لپیٹ کر گھر کو لوٹ آئے ہیں۔ ان کا مقصد سانحہ ماڈل ٹاؤن کے قاتلوں کو سزا دلانا تھا۔ اس میں سب سے پہلا مطالبہ تھا کہ شہباز شریف استعفیٰ دیں۔ وہ استعفیٰ لینے میں مکمل طور پر ناکام رہے۔ اس حوالے سے ان کا دھرنا ناکام ثابت ہوا۔ عمران خان کا دھرنا ابھی تک جاری ہے اگرچہ اس میں بھی وہ دم خم نہیں رہا۔ ڈاکٹر طاہر القادری کا شہباز شریف کے استعفیٰ کا مطالبہ جائز اور صحیح نظر آتا تھا لیکن وہ بھی ناکام رہے۔ جہاں تک عمران کا مطالبہ ہے کہ نواز شریف استعفیٰ دیں وہ کوئی لوجیکل مطالبہ نظر نہیں آتا کہ کس بنیاد پر وہ استعفیٰ دیں اگر الیکشن میں دھاندلی ثابت ہو جائے تو مطالبہ جائز ہے۔ بہرحال وہ بھی اس حوالے سے ابھی تک ناکام ہیں کہ استعفیٰ نہیں لے سکے، لیکن عمران خان کو اس دھرنے کے دوسرے فوائد کافی حاصل ہوئے ہیں۔ مثلاً عوام میں بیداری کی لہر پیدا ہونا، ان کی مقبولیت میں اضافہ ہونا وغیرہ۔ یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ اس وقت پاکستان میں جس انداز کے بڑے بڑے جلسے وہ کر رہا ہے، وہ شاید کوئی اور سیاسی جماعت یا لیڈر نہیں کر سکتا۔ مثلاً یہ کہ انھوں نے اعلان کیا کہ دو دن بعد کراچی میں جلسہ کریں گے۔ یہ انداز جلسہ کرنے کا آج تک کسی نے اختیار نہیں کیا کہ دو دن یا 3 دن یا ایک ہفتہ ہو اور کسی بڑے جلسے کا اعلان کر دیا جائے۔ آپ نے دیکھا کہ بلاول نے جلسہ کیا تو 3 ہفتے یا اس سے بھی زیادہ وقت دے کر جلسہ کیا۔ کیونکہ جلسے کے لیے تیاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ عوام میں عمران خان کی مقبولیت کا معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ وہ اگر چار دن میں جلسے کا کہہ دے تو کسی قسم کی اشتہاری مہم کی ضرورت نہیں ہوتی اور اس کا بڑا جلسہ ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ عمران کو دھرنے سے یہ ایک بہت بڑا فائدہ پہنچا ہے کہ حکومت بیک فٹ پر چلی گئی ہے۔ حکومت کو ہر جگہ "گو نواز گو" کے نعرے سننے پڑتے ہیں اور اس وقت وزیر اعظم اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ عوام میں آ سکیں۔ انھیں یہ خوف لاحق ہے کہ ہر جگہ "گو نواز گو" کے نعرے آئیں گے۔ طاہر القادری کا دھرنا تو کہا جا سکتا ہے کہ مکمل طور پر ناکام ہو چکا ہے۔ لیکن عمران خان کا دھرنا جزوی طور پر اس لحاظ سے تو ناکام ہے کہ وہ استعفیٰ نہیں لے سکے، لیکن سیاسی طور پر انھیں دھرنے سے بہت فائدہ پہنچا۔ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اس وقت اس دھرنے کی وجہ سے انتہائی پاپولر لیڈر بن گئے ہیں۔

سوال: طاہر القادری نے جب دھرنا ختم کیا تو کارکنوں کی مایوسی ان کے چہرے پر عیاں تھی۔ اگر عمران خان بھی کسی سٹیج پر جا کر اپنا دھرنا ختم کرتے ہیں تو جس لیول پر یہ اپنی تحریک کو لے گئے ہیں، کیا اس سے ان کے کارکنوں میں بھی مایوسی آئے گی؟

ایوب بیگ مرزا: طاہر القادری کے کارکنوں کی جو مایوسی ہے میں اسے مایوسی نہیں کہتا، میں سمجھتا ہوں کہ وہ شدت جذبات سے اشکبار ہوئے ہیں۔ جہاں تک عمران خان کا تعلق ہے اول تو مجھے نظر نہیں آتا کہ وہ دھرنا ختم کریں گے۔ لیکن اس نے جو جلسوں کا سلسلہ شروع کیا ہے اور اب ساتھ ہی مظاہروں کا سلسلہ شروع ہونے والا ہے۔ لہٰذا تحریک انصاف میں کسی طرح کی مایوسی کا معاملہ نظر نہیں آتا۔ لیکن اگر کوئی ایسی بات ہو گی تو میں سمجھتا ہوں کہ جلد Recover ہو جائے گی۔ کیونکہ PTI پورے پاکستان میں اپنی جگہ بنا چکی ہے۔ اس دھرنے کی وجہ سے جو لوگ اس کے ساتھ آئے ہیں ان میں مایوسی کا معاملہ مجھے نظر نہیں آتا۔

سوال: PTI، PAT اور PPP کے بڑے بڑے جلسے حکومت کی صحت پر کیا اثر ڈالیں گے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: آپ کا سوال پہلے سوال سے متعلق ہی ہے۔ پہلے سوال کے حوالے سے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ طاہر القادری نے اپنا جو دھرنا لپیٹا ہے وہ مجھے اس لحاظ سے بالکل ناکام نظر آتا ہے کہ جو ایجنڈا وہ لے کر چلے تھے، وہ انقلاب کا ایجنڈا تھا۔ دوبارہ انتخابات یا دھاندلی کا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ چند سال پہلے بھی وہ انقلاب کا ایجنڈا لے کر آئے تھے اور انھوں نے دھرنا بھی دیا تھا۔ لیکن وہ دھرنا مختصر تھا۔ اس وقت بھی ان کا یہی ایجنڈا تھا۔ اس ایجنڈے کا تعلق ماڈل ٹاؤن کے واقعہ سے نہیں ہے بلکہ یہ ان کا پہلے سے پروگرام تھا کہ وہ پاکستان میں ایک انقلاب لائیں گے۔ پاکستان میں موجودہ جمہوریت میں تو باریاں لگی ہوئی ہیں۔ لہٰذا ان حالات میں انقلاب نہیں آ سکتا۔ تاہم اس لحاظ سے ان کا دھرنا کامیاب رہا کہ کچھ لوگوں کو مستقل طور پر انھوں نے وہاں بٹھائے رکھا۔ اگر دھرنے کے شرکاء واپس بھی جا رہے ہیں تو مایوسی کی کیفیت میں واپس جا رہے ہیں یعنی وہ وہاں مزید بیٹھنے کے لیے بھی تیار تھے۔ بہرحال اب تو طاہر القادری خود بھی انتخابات میں حصہ لے رہے ہیں یعنی ایک سیاسی پارٹی بنا کر موجودہ نظام کے تحت ہی انتخابات میں حصہ لیں گے۔ ماڈل ٹاؤن کا جو واقعہ ہوا اس کی بنیاد پر وہ اس دھرنے کو طول دینے میں کامیاب رہے۔ تاہم انقلاب برپا کرنے کے لحاظ سے وہ دھرنا ناکام رہا۔ البتہ PTI کے دھرنے کے بارے میں جو بات بیگ صاحب نے کی ہے، وہ بالکل صحیح ہے کہ ان کا دھرنا استعفیٰ کے معاملے میں تو ناکام ہوا لیکن اس سے ان کی مقبولیت میں اضافہ ہوا۔ اور انھوں نے اب اپنی Strategy تبدیل کر لی ہے۔ کیونکہ ان کے لیے اپنے دھرنے کو طول دینا بہت مشکل ہوتا جا رہا تھا۔ ان کے دھرنے میں اب وہ جوش و خروش بھی نہیں رہا جو شروع کے دنوں میں تھا۔ لیکن انھوں نے مختلف شہروں میں بہت بڑے کامیاب جلسے کیے ہیں۔ یہ ایک طرح سے ان کے دھرنے کا تسلسل ہے۔ یہ صحیح

ہے کہ جس مقصد کو لے کر یہ دونوں دھرنے شروع ہوئے تھے اور بڑے طمطراق سے پہنچے تھے وہ تو ابتدائی چند دنوں میں واضح ہو گیا تھا کہ حکومت نہیں جائے گی، کیونکہ سیاسی پارٹیاں حکومت کی حمایت میں نکل آئیں اور نواز شریف کو وقتی طور پر سہارا دے دیا۔ جلسے تو جمہوریت کا حصہ ہیں، پاکستان کی سیاست میں 5 سال الیکشن کا انتظار نہیں کیا جاتا اور درمیان میں بھی سیاسی جماعتیں اپنے آپ کو زندہ رکھنے کے لیے جلسوں کا پروگرام ترتیب دیتی رہتی ہیں۔ اس سارے معاملے میں اب تک اصل ناکامی حکومت کی ہے۔ حکومت بظاہر کھڑی ہوئی نظر آتی ہے لیکن حکومت نے عملی طور پر ایسی کارگزاری نہیں دکھائی اور عملی اقدامات نہیں کیے جس سے وہ PTI اور PAT کو نقصان پہنچا سکتی۔ اصل میں ان کے جلسوں کی کامیابی اس وجہ سے ہے کہ اس وقت حکومت بالکل معطل ہو چکی ہے۔ ان کے چند وزیر ہیں جو بیانات دیتے نظر آتے ہیں۔ باقی حکومت کے اداروں میں کوئی کام نہیں ہو رہا یعنی سندھ حکومت اور KPK کی حکومتیں جس طرح کام کر رہی ہیں۔ اس طرح PML کی حکومتیں عملی طور پر کوئی خاص کام نہیں کر رہی ہیں۔ نیز حکومت عوام کے لیے بھی کچھ نہیں کر رہی ہے۔ یہ بے عملی اپوزیشن جماعتوں کو مزید تقویت دے رہی ہے۔ بلاول بھٹو نے سندھ میں جلسہ کیا ہے، ان کی صحیح کارکردگی نظر آئے گی جب وہ سندھ سے نکل کر لاہور میں یا کسی دوسرے صوبے میں اتنا بڑا جلسہ کر کے دکھائیں گے۔ فی الحال PTI اور PAT نے اپنی سٹریٹیجی تبدیل کی ہے۔ عوام میں ایک Change نظر بھی آ رہی ہے، اسی طرح کی عوام میں بیداری کی لہر جیسی بھٹو صاحب کے زمانے میں آئی تھی۔ اب عوام نہ صرف حکومتی اقدامات بلکہ عمران خان کے اقدامات کو بھی اسی نظر سے دیکھنا شروع ہو گئے ہیں کہ وہ اپنے قول و فعل میں کتنے سچے ہیں۔ یہ تبدیلی فضا میں بہرحال موجود ہے۔

سوال: کیا PPP کا کراچی میں منعقد ہونے والا جلسہ پیپلز پارٹی کی سیاسی حیثیت کو revive کر پائے گا؟

ایوب بیگ مرزا: گزشتہ پانچ سال میں زرداری حکومت نے جو پرفارمنس دکھائی اس کا نتیجہ 2013ء کے الیکشن میں سامنے آ گیا کہ پیپلز پارٹی صرف دیہی سندھ کی پارٹی بن کر رہ گئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی بہت کمزور ہونا شروع ہو گئی ہے۔ اس کی وجوہات وہی ہیں جو زرداری دور میں سامنے آئیں یعنی گورننس کا معاملہ، کرپشن، عوامی مسائل میں عدم دلچسپی وغیرہ۔ میں ذاتی طور پر پی پی پی کو اتنا کمزور نہیں سمجھتا تھا جتنی کمزوری مجھے اس جلسے کے بعد نظر آئی۔ اس جلسے نے پیپلز پارٹی کو مزید کمزور کر دیا۔ پیپلز پارٹی نے اپنے کراچی کے جلسے کے لیے کم از کم 3 ہفتے لیے تھے اور سندھ حکومت نے اس عرصے میں جلسے کی تیاری کے سوا اور کوئی کام نہیں کیا۔ اس جلسے کے لوگوں کو اکٹھے کرنے کے لیے ہر طرح کے حربے استعمال کیے۔ پی پی پی نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا کہ لوگ اکٹھے ہو جائیں۔ لیکن عمران خان کے چند دنوں کے نوٹس پر جلسے میں جو لوگ آئے تھے، پی پی پی اتنے بھی جمع نہ کر پائی۔ سب سے حیرانی کی بات ہے کہ پی پی پی کو لیاری سے ایک سیٹ مل جاتی تھی چاہے کراچی سے کہیں نہ ملے۔ لیکن اس دفعہ یہ ہوا کہ انھوں نے لوگوں کو جلسے میں لانے کے لیے لیاری لے جا کر بہت سی بسیں کھڑی کر دیں لیکن وہاں ایک بس بھی بھر نہ سکی۔ بلاول بھٹو زرداری خود بھی لیاری گئے تھے لوگوں کو بلانے کے لیے۔ لیکن اس کے باوجود لوگ نہیں آئے۔ جو بھی لوگ تھے وہ اندرونِ سندھ کے لوگ تھے۔ کراچی سے لوگوں کی آمد نہ ہونے کے برابر تھی۔ اندرونِ سندھ میں بھی جن حلقوں سے پیپلز پارٹی کے لوگ جیتے ہوئے تھے، وہاں سے لوگ لائے گئے تھے۔ اس جلسے پر جتنے انھوں نے اخراجات کیے ہیں اس پر عمران خان نے کہا ہے کہ میں اگر 2 سال مسلسل جلسے کرتا رہوں تو اتنے پیسے نہیں خرچ ہوں گے جتنے انھوں نے ایک جلسے میں خرچ کیے۔ بقول عمران خان ہمیں تو صرف ساؤنڈ سسٹم چاہیے، اس کے علاوہ ہمارا کوئی خرچہ ہی نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ عمران خان کی اس بات میں مبالغہ آمیزی ہو سکتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ پی پی پی نے پورے حکومتی وسائل جھونک دیے، اس کے باوجود جلسہ کامیاب نہیں ہو سکا۔ پنجاب سے جب پیپلز پارٹی کو (انتخابی طور پر) نکالا گیا تھا تو اس وقت جنوبی پنجاب میں پیپلز پارٹی بہرحال کسی حد تک موجود تھی۔ اس لیے کہ یوسف رضا گیلانی جنوبی پنجاب سے تعلق رکھتے تھے اور انھوں نے اپنے دورِ حکومت میں جنوبی پنجاب میں ترقیاتی کاموں کے لئے بے پناہ اخراجات کیے تھے۔ لیکن پچھلے دنوں وہاں پر ضمنی الیکشن (جاوید ہاشمی بمقابلہ عامر ڈوگر) ہوا، اس میں پی پی پی کے امیدوار جاوید صدیقی ہار گئے اور اس کی ضمانت ضبط ہوئی۔ اس جلسے سے انھیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا بلکہ الٹا نقصان ہوا۔ اس لیے کہ اب وہ کراچی اور سندھ کے علاوہ کسی اور جگہ جلسہ کرتے نظر نہیں آتے۔ آپ ذوالفقار علی بھٹو اور بے نظیر بھٹو پر کسی لحاظ سے بھی تنقید کر سکتے ہیں لیکن انھوں نے عوام میں آنے سے کبھی گریز نہیں کیا، جبکہ بلاول بھٹو مصنوعی انداز سے عوام میں آتا ہے۔ اسی طرح ٹویٹر پر پیغامات لکھنے لکھانے سے آدمی لیڈر نہیں بن سکتا۔ آپ کو عوام میں آنا پڑے گا۔ اگر عوام میں آئیں گے تو پھر آپ ایک کامیاب لیڈر ہو سکتے ہیں۔ اگر آپ سیاست دان بننا چاہتے ہیں تو آپ کو اپنی جان کا رسک لینا پڑے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت پیپلز پارٹی کے لیے Revival اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

سوال: پیپلز پارٹی کے اس جلسے میں سندھ میں نئے صوبے بنانے کی مخالفت میں جو تقریریں ہوئیں، جن پر ایم کیو ایم کا شدید ردِ عمل بھی آیا۔ کیا پیپلز پارٹی کے لیڈران نے تقسیم سندھ کی بنیاد نہیں ڈال دی؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: بلاول صاحب نے اپنی تقریر میں جو زبان استعمال کی، اس میں انھوں نے تقریباً تمام لیڈروں کو رگیدا ہے۔ الطاف حسین اور عمران خان کے بارے میں ان کا انداز بہت قابل اعتراض تھا۔ اس سے عمران خان کو تو فرق نہیں پڑتا لیکن ایم کیو ایم چونکہ سندھ میں ان کے ساتھ حکومت میں شامل تھی اس لیے ان کے خلاف انھیں محتاط رہنا چاہیے تھا۔ اگر ان کی سٹریٹیجی تھی تو درست نہیں تھی۔ بہرحال ان سے غلطی ہو گئی۔ ان کا خیال یہ تھا کہ جس طرح پہلے بھی زرداری کے دورِ حکومت میں ایم کیو ایم کو ناراض کیا اور کچھ لے دے کے دوبارہ حکومت میں شامل رکھا، اب بھی ایسا ہی ہو گا۔ اس دفعہ ان کی یہ اسکیم ناکام ہو گئی ہے کیونکہ اس دفعہ رحمان ملک بھی کام نہیں آئے کیونکہ الطاف حسین نے کہہ دیا کہ آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کے گورنر کے اختیارات پر بھی انھوں نے کچھ قدغنیں لگانے کی کوشش کی ہے۔ لہٰذا اب لگتا ہے کہ یہ کشیدگی کچھ دیر چلے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ شیخ رشید نے بھی عمران خان اور ایم کیو ایم کو قریب لانے کی کوششیں شروع کر دی ہیں۔ اس کا اثر مرکز میں پڑے گا، کیونکہ خورشید شاہ صاحب جو اسمبلی میں اپوزیشن لیڈر ہیں، وہ ایم کیو ایم کی حمایت سے ہیں۔ لہٰذا خورشید شاہ کی اپوزیشن لیڈر کی حیثیت خطرے میں پڑ جائے گی۔ آپ نے سندھ کی تقسیم کی جو بات کی ہے اس کا معاملہ بھی مختلف ہے۔ اس کا

رشتہ جوڑنا پڑے گا آپ کو اس حوالے سے کہ پیپلز پارٹی خود پنجاب کو تقسیم کرنے کا منشور رکھتی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ پنجاب میں سرائیکی صوبہ اور جنوبی پنجاب کو علیحدہ کر لیا جائے۔ لیکن سندھ میں وہ اس طرح کی تقسیم نہیں چاہتے۔ ایم کیو ایم کہتی ہے کہ صوبے بننے چاہئیں یعنی پنجاب میں بھی صوبے بنیں اور سندھ میں بھی نئے صوبے بنائے جائیں۔ کراچی اور حیدر آباد ملا کر ایک صوبہ بنا دیں، باقی اور صوبے ہوں۔ یہ معاملہ پیپلز پارٹی کے لیے سانپ کے منہ میں چھچھوندر کی طرح ہو گیا ہے کہ نہ اندر لے جاتے بنتی ہے، نہ اگلتے بنتی ہے۔

ایوب بیگ مرزا: پیپلز پارٹی اور ایم کیو ایم کے درمیان جو پھڈا پڑا ہے کم از کم میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ مجھے بلاول کی تقریر میں ایسا جملہ نظر نہیں آیا کہ جس سے ایم کیو ایم کو ایسا اشتعال پیدا ہو کہ وہ اتنا بڑا اقدم اُٹھائے۔ مجھے یہ ایم کیو ایم کی سوچی سمجھی سکیم لگتی ہے کیونکہ بلاول نے اس جلسے سے پہلے بہت بڑا حملہ کیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ میں الطاف کا لندن میں جینا حرام کر دوں گا۔ یہاں جلسے میں انہوں نے کہا کہ بڑے عرصہ سے ایم کیو ایم اقتدار میں ہے اور کراچی میں جو قتل وغارت ہو رہی ہے وہ عوام جانتے ہیں کہ اس کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے۔ پہلی بات زیادہ خطرناک تھی دوسری بات کے مقابلے میں۔ ایم کیو ایم کے لیے اس سے بھی زیادہ بڑی بات تھی کہ خورشید شاہ نے لفظ مہاجر کو گالی قرار دیا۔ اس پر ایم کیو ایم نے پریس کانفرنس کی اور کہا تھا کہ فوری طور پر معذرت کی جائے۔ خورشید شاہ نے فوری طور پر معذرت کر لی۔ لہٰذا وہ بات بھی ختم ہو جانی چاہیے تھی۔ لیکن اب اسے پھر اُچھالا جا رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ سب کچھ پری پلان تھا اور وہ کسی وقت کے انتظار میں تھے۔ ایم کیو ایم اکثر اس طرح کے قدم اُٹھاتی رہتی ہے۔ حال ہی میں ایک چینل نے ایم کیو ایم کے حوالے سے ایک چارٹ بنایا تھا۔ اس میں ہفتے کے تمام دن لکھے ہوئے ہیں کہ جمعہ ناراضگی کا دن، ہفتہ منانے کا دن، اتوار واپسی کا دن، پیر پھر ناراضگی کا دن، منگل حکومت سے نکلنے کا دن وغیرہ۔ ان کا یہ سلسلہ لگا رہتا ہے۔ لیکن اس وقت ان کی حکومت میں واپسی کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ کراچی اور حیدر آباد کو ملا کر ایک صوبہ بنانے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اسی طرح پنجاب میں اگر صوبے بن جائیں تو کیا ہو جائے گا۔ رہیں گے تو وہ پاکستان میں ہی۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اس سے کسی کو کیا نقصان ہو گا۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اس میں فرق پڑتا ہے۔ اصل میں سندھ حکومت کی ساری ریونیو جنریشن کراچی سے ہے۔ اگر کراچی اور حیدر آباد کا صوبہ الگ کر کے ایم کیو ایم کو دے دیا جائے تو یہ وسائل پر قابض ہو جائیں گے۔ ملازمتوں کے کوٹے کا معاملہ اور بہت سی دوسری چیزوں میں بھی فرق پڑے گا۔

سوال: MQM کی سندھ حکومت سے علیحدگی کیا مرکزی حکومت کی سیاست پر بھی اثر انداز ہو گی؟

ایوب بیگ مرزا: اس سے مرکزی حکومت کمزور ہوگی کیونکہ اس وقت حکومت کو سب سے بڑا سہارا پاکستان پیپلز پارٹی نے دیا ہوا ہے۔ خود "ن" لیگ کے لوگ بھی وہ کام نہیں کر رہے جو خورشید شاہ ان کے لیے کر رہے ہیں۔ اگر پیپلز پارٹی کمزور ہوتی ہے تو حکومت کا ایک سہارا کمزور پڑے گا۔ انڈیا اور افغانستان کے بارے میں ہمارے معاملات بڑے واضح رہے ہیں۔

سوال: انڈیا، افغانستان اور اب ایران کی طرف سے پاکستانی سرحدوں کی خلاف ورزی کیا خطے میں کسی گریٹ گیم کا حصہ ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: انڈیا کے ساتھ ہمارا جو بارڈر کشمیر کی طرف ہے، وہاں ہمیشہ چھوٹی موٹی جھڑپیں پہلے بھی ہوتی رہی ہیں۔ ہمارے ہاں جو سیکریٹری لیول کے مذاکرات ہوتے رہتے تھے، وہ اس معاملے کو حل کر لیتے تھے۔ مودی حکومت کے آنے کے بعد اس میں بہت تیزی آ گئی اور دو تین مقامات پر انڈیا نے شدید فائرنگ کی ہے جس میں بہت سی سویلین آبادی (عورتیں اور بچے) شہید ہوئے۔ ہم سے غلطی یہ ہوئی کہ امریکہ کی دہشت گردی کی جنگ میں حصہ بننے کے بعد ہم نے اپنے ایسٹرن بارڈر سے فوجیں نکال لیں اور اپنی توجہ افغانستان اور فاٹا کے علاقے میں مرکوز کر دی۔ وہاں پر ضرب عضب کے نام سے اب بھی آپریشن جاری ہے۔ اسی وجہ سے ہمارا یہ بارڈر کافی کمزور ہے۔ سوات میں بھی اس وقت فوج بیٹھی ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ ہمارے Reserve Troops بھی اب مصروف ہیں۔ اس موقع سے مودی حکومت نے فائدہ اُٹھایا اور اس طرح کی حرکتیں شروع کر دیں۔ انھیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑا کہ نواز شریف صاحب ان کی تاجپوشی کی رسم میں بھاگتے چلے گئے تھے۔ اس سے ان کا دل نرم نہیں ہوا بلکہ انھیں جو موقع ملا اس سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی۔

ویسٹرن باڈر پر بھی حالیہ دنوں میں ڈرونز حملے ہوئے اور نیٹو افواج نے بھی ہماری سرحدوں کی خلاف ورزی کی۔ حالانکہ اس کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ ہماری فوج وہاں پہلے سے مصروف ہے۔ اب ایک تیسرا معاملہ بھی شروع ہو گیا۔ اگرچہ یہ دھمکیاں تو پہلے بھی ایران کی طرف آتی رہی ہیں یعنی جب بارڈر پر کوئی جھڑپ ہوتی تھی تو ایرانی حکومت ہمیشہ کہا کرتی تھی کہ ہم جوابی حملہ کرنے کا حق محفوظ رکھتے ہیں۔ اس دفعہ انھوں نے Practically کر دیا کہ نہ صرف انہوں نے وہاں پہلے فائرنگ کی بلکہ جوابی کارروائی بھی کی۔ اس پر مستزاد یہ کہ ایران میں پاکستانی سفیر کو بلا کر بڑے دھمکی آمیز انداز میں سخت بیان بھی جاری کر دیا۔ یہ ساری چیزیں ظاہر کر رہی ہیں کہ پاکستان پر اب ایک انٹرنیشنل پریشر آ رہا ہے۔ امریکہ کا جو گیم پلان ہے اس میں پاکستان کو اس نے انڈیا کی ذیلی حیثیت دی ہوئی ہے۔ انڈیا کو وہ اس علاقے میں ایک بڑا رول دینا چاہ رہا ہے۔ حالیہ امریکی دورے میں جنرل اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لیے مودی بھی گئے تھے اور نواز شریف بھی گئے تھے۔ وہاں پر مودی کی جو آؤ بھگت ہوئی ہے، اس سے پتا چلتا ہے کہ وہ انڈیا کو اس خطے میں بڑا رول دینے والا ہے۔ داعش کے آنے کے بعد ایران اور امریکہ کے تعلقات میں نزدیکیاں بڑھنی شروع ہو گئی ہیں۔ یہ امریکی سٹریٹیجی کا حصہ ہے کہ وہ اس پورے خطے کو ایک نئی جغرافیائی شکل دینا چاہتا ہے۔ اس حوالے سے یہ پاکستان پر پریشر بڑھانے اور پاکستان میں موجود مرکز گریز قوتوں کو تقویت دینے کی ایک کوشش ہے۔ آپ کے علم میں ہو گا کہ افغانستان میں انڈیا کے بے شمار قونصلیٹ کھلے ہوئے ہیں۔ برطانیہ میں انڈین آبادی لاکھوں میں ہے، وہاں انڈیا کے صرف دو قونصلیٹ ہیں۔ جبکہ افغانستان میں انڈین آبادی ہزاروں میں ہے اور وہاں اس کے 7 قونصلیٹ خانے ہیں جو پاکستانی بارڈر کے نزدیک ہیں۔ اسی طرح انڈیا اور ایران کے تعلقات، پاکستان اور ایران کے تعلقات سے زیادہ مضبوط ہیں۔ لہٰذا اس پس منظر میں جب کہ امریکن فوجیں یہاں سے واپس جا رہی ہیں، لگتا ہے کہ پاکستان کی نیوکلیئر طاقت کے خلاف سازش کی جا رہی ہے۔ مجھے یہ ساری چیزیں اسی سازش کا حصہ بنتی نظر آ رہی ہیں۔ دوسری طرف اس تناظر میں پاکستان کی سیاسی حکومت کی وزارت خارجہ بالکل فارغ نظر آتی ہے۔ اول تو نواز شریف صاحب کوئی وزیر خارجہ نہیں بنا سکے اور جن لوگوں کو یہ ذمہ داری دی گئی ہے ان میں سرتاج

عزیز صاحب ہیں جو عمر کے اس حصے میں ہیں کہ زیادہ غور و فکر کر نہیں سکتے۔ دوسرے فاطمی ہیں جو پرانے وزارت خارجہ کے افسر رہے ہیں۔ ان دونوں کے ذمے کے معاملات لگے ہوئے ہیں۔ لگتا ہے پاکستان کی وزارت خارجہ کو انٹرنیشنل ماحول نظر ہی نہیں آتا۔ بلکہ وزارت خارجہ عالمی حالات سے لاتعلق نظر آتی ہے۔

ایوب بیگ مرزا: میں بریگیڈیئر صاحب کی ساری باتوں کی تائید کرتا ہوں۔ البتہ اس میں یہ اضافہ کروں گا کہ ہمیں ایران کے بارے میں کبھی بھی خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہیے کہ وہ پاکستان کا دوست ہے۔ یہ دوستی ہمیشہ منافقت پر مبنی رہی۔ آج چونکہ پاکستان کے حالات خراب ہوئے ہیں تو انھوں نے اسے اپنے لیے ایک موقع جانا ہے۔ ماضی میں بھی جب پاکستان میں نظام مصطفیٰ کی تحریک چلی تھی، اس وقت ایران بلوچستان کے بارڈر پر فوجیں لے آیا تھا کہ پاکستان ٹوٹ رہا ہے تو میں اپنے حصہ کا بلوچستان پاکستان سے نوچ لوں۔ موجودہ حکومت سے اس حوالے سے بڑی سنگین غلطی ہوئی ہے۔ چند ماہ پہلے اخبار میں باقاعدہ پریس نوٹ جاری کیا گیا کہ اعلیٰ سطح کی میٹنگ میں سابقہ آئی ایس آئی کے چیف نے وزیراعظم کو نشاندہی کی کہ انڈیا کی خفیہ ایجنسی ''را'' کے ایران کے ساتھ خفیہ تعلقات بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور جتنی ان میں قربت آ رہی ہے، میں اس حوالے سے تشویش میں مبتلا ہوں۔ انھوں نے یہ بریف کیا کہ ہمیں اس کا نوٹس لینا چاہیے۔ اس پر اخباری خبر کے مطابق انھیں جھڑک دیا گیا اور کہا گیا کہ یہ ایران اور انڈیا کا معاملہ ہے آپ اس میں کیوں دخل دے رہے ہیں۔ وہ چاہے دوستی کریں یا دشمنی اس سے آپ کا کیا تعلق ہے۔ حیرانی ہوتی ہے کہ ہر خفیہ ایجنسی کا کام ہوتا ہے کہ وہ اپنے دشمن کی کارروائیوں پر نظر رکھے کہ دشمن ہمارے خلاف کیا گیم کر رہا ہے۔ لیکن افسوس ہمارے حکمرانوں نے اس کو سمجھنے کی بجائے نہ صرف ان کو ڈانٹ دیا بلکہ ایک پریس نوٹ دے دیا کہ ہمارے وزیراعظم نے آئی ایس آئی کے چیف کو ڈانٹ دیا۔ ہماری اہلیت کا یہ حال ہے کہ ہمارے وزیراعظم کو یہ بھی پتا نہیں ہے کہ ایک خفیہ ایجنسی کی ذمہ داریاں ہوتی کیا ہیں۔ بہرحال ایران نے جو کچھ 65ء میں کیا، جو کچھ 77ء میں کیا، وہ اب بھی کر رہا ہے۔ بعض اطلاعات کے مطابق بلوچستان میں جو تیل ہے ایران اسے اپنی طرف کھینچ کر لیتا ہے، جو ایک انٹرنیشنل جرم ہے۔ گو یہ کافی پرانی بات ہے لیکن ہماری کسی حکومت کو جرأت نہیں ہوتی کہ وہ اسے روکے۔ ہمارا حال ''جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات'' والا ہے۔ ہم ضعیف، کمزور اور ناتواں ہیں لہٰذا ہم اپنا دفاع کرنے کے قابل نہیں ہیں۔

سوال: حال ہی میں ایک رپورٹ شائع ہوئی جس میں کہا گیا ہے کہ انڈیا، امریکہ اور اسرائیل نے مختلف مکاتبِ فکر کے علماء کے روپ میں عمر کوٹ بارڈر کے ذریعے اپنے سات سو ایجنٹ پاکستان میں داخل کیے ہیں تاکہ وہ پاکستان میں شیعہ سنی فساد برپا کریں۔ کیا پوری دنیا بالخصوص پاکستان میں شیعہ سنی فساد کرانے کی باقاعدہ کوئی پلاننگ ہو رہی ہے؟ نیز ان خطرات وخدشات سے نکلنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: بین الاقوامی سطح پر اگر آپ دیکھیں تو اسلام دشمن قوتوں کی طرف سے یہ کوششیں ہوتی رہتی ہیں کہ مسلمانوں کے اندر جو 14 سو سال پرانا اختلاف ہے اس کو ہوا دے کر برقرار رکھا جائے۔ پاکستان میں چونکہ فقہ جعفریہ کے پیروکاروں کی خاطر خواہ تعداد موجود ہے لہٰذا یہاں پر اس چیز کا امکان تو موجود ہے کہ پاکستان میں اس حوالے سے بدنظمی اور انتشار پھیلایا جائے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے جو اسلام کی بنیاد پر قائم ہوا تھا۔ لہٰذا یہاں پر اسلام کا نظام نافذ ہونا چاہیے تھا۔ چونکہ ہم پچھلے 67 سال میں اسلام کے حوالے سے کوئی پیش رفت نہیں کر سکے۔ لہٰذا یہاں پر نسلی ولسانی بنیادوں پر صوبائی عصبیتوں کو بہت اُجاگر کیا گیا۔ بلوچستان کا سارا مسئلہ نسلی اور صوبائی عصبیت کی بنیاد پر ہے۔ پچھلے دنوں وہاں 18 پنجابیوں کو ہلاک کیا گیا۔ کالاباغ ڈیم بھی ان عصبیتوں کی بنیاد پر نہیں بن سکا۔ اس سارے مرض کا علاج یہی ہے کہ ہم دوبارہ اپنی اسی نظریاتی بنیاد پر آئیں۔ اسی سے ہماری مرکزی حکومت مضبوط ہوگی اور ہمارے سرحدی خطرات کم ہوں گے۔ اندرونی طور پر بھی ہمارے اندر جو یکجہتی آنی چاہیے وہ حاصل ہوگی۔ کیونکہ اسلام کے علاوہ اور کوئی بنیاد موجود نہیں جو یہاں یکجہتی قائم کر سکے۔ ہمارے مسائل کا حل اس بات میں مضمر ہے کہ اس ملک میں اسلامی فلاحی نظام قائم کیا جائے۔ اس کے علاوہ اس ملک کی کوئی اور وجہِ جواز موجود ہی نہیں ہے۔

قارئین اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی آفیشل ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر خلافت فورم کے عنوان سے دیکھی جاسکتی ہے۔

☆☆☆

بقیہ: مشعل راہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''(اے رسولؐ) ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے تاکہ آپؐ لوگوں کے درمیان (اس طرح) فیصلہ کریں جس طرح اللہ آپ کو بتائے۔'' (النساء:105)

کیا کسی اور کے فیصلے بھی براہ راست اللہ کی رہنمائی میں صادر ہوتے ہیں۔ اگر نہیں تو ان کی بات کیسے سند ہو سکتی ہے۔ مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہوا کہ صرف ایک ہی ہستی ایسی ہے جس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، جس کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ جس کا طریقہ واجب الاتباع ہے، جس کی ہر بات وحی ہے، جو خود ہدایت پر ہے اور ہدایت کی طرف دعوت دیتا ہے، جس کی اطاعت واتباع سے ہدایت ملتی ہے جس کی پیروی سے ولایت ملتی ہے۔ جس کے پاس ان تمام باتوں کے لئے وحی الٰہی کی سند ہے اور وہ ہستی صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ تو پھر بتائیے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور کی اطاعت سے، کسی اور کو آخری سند بنانے سے سوائے نقصان کے اور کیا مل سکتا ہے۔ یہ نقصان دو قسم کا ہوگا ایک شرک فی الرسالت کا، دوسرا فرقہ بندی کا۔ شرک کسی قسم کا بھی ہو بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا، لہٰذا اس سے بچنا بڑا ضروری ہے ورنہ نجات ناممکن ہے۔ فرقہ بندی اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ کہ صرف رسول اللہ ﷺ کے اپنا رہبر اور رہنما تسلیم کریں۔ آپؐ کے اقوال اور اعمال پر عمل کریں۔

آئیے، صرف اللہ کے بھیجے ہوئے رسولؐ کو اپنا رہبر بنائیے۔ فرقہ بندی ختم کر دیجئے سب ایک مرکز پر جمع ہو جائیں اور ایک ہو جائیے۔

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر صدیقی اردو سپیکنگ فیملی کو اپنے بیٹے، حافظ قرآن، عمر 42 سال، ذاتی رہائش، ذاتی کاروبار، کو عقد ثانی کے لئے (پہلی بیوی سے علیحدگی) دیندار گھرانے سے 30 سال تک کنواری یا بیوہ کا رشتہ درکار ہے۔ حافظہ، عالمہ کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: 0310-4004748
0346-4406686

The Mohajir province

By Mohsin Raza Malik

"Pity the nation divided into fragments, each fragment deeming itself a nation." – Khalil Gibran

Following insinuations made by PPP chairman Bilawal Bhutto Zardari about the MQM's workers and followers in the October 17 public rally in Karachi, the MQM has formally demanded the formation of a Mohajir province by dividing Sindh. Under the circumstances, Bilawal's remarks were uncalled for. The act has further deteriorated troubled PPP-MQM relations in Sindh as well as the general law and order situation in Karachi. This is not the first time that MQM has demanded a separate Mohajir province purely on an ethno-linguistic basis. In the past, it has also been making similar demands time and again.

According to UNHCR estimates, around 14 million Muslims, Hindus and Sikhs were displaced during the partition of the British Indian Empire in 1947. It was the largest mass migration in human history. Roughly 6.5 million migrants came to West Pakistan (now Pakistan) at the time of partition. Out of this massive influx of people, around 5.3 million were settled in Punjab while some 1.2 million were settled in Sindh. In this way, the province of Punjab absorbed approximately 82% of the total Mohajir population of that time. Over a period of time, this large segment of migrants has been integrated into the Punjab culturally and ethnically. Now these people proudly call themselves Punjabis. There is no local-Mohajir division in the Punjab.

At the national level too, there is no significant discrimination against so-called Mohajirs. The first Prime Minster of Pakistan, Liaquat Ali Khan, migrated from India to Pakistan at the time of partition. Likewise, former rulers like Iskander Mirza, Gen Zia-ul-Haq and Gen pervez Musharraf were also born in British India. In fact, the so-called Mohajirs have been ruling the country for a longer period than did the native inhabitants in Pakistan. Both the incumbent President and the Prime Minister of Pakistan are also of Mohajir origin. Owing to certain reasons, local Mohajir integration could not be effectively materialized in the province of Sindh. It is quite unfortunate that the word Mohajir significantly exists in the provincial lexicon of Sindh even 67 years after the creation of Pakistan.

At present, we witness a significant rural-urban division of the Sindh province on an ethno-linguistic basis. Myopic policies adopted by successive rulers are responsible for the entire ethnic cleavage in this province. The quota system was introduced in Pakistan through the 1973 constitution. Resultantly, the seeds of the rural-urban quota system were also sowed in Sindh's land, which has now turned monstrous, challenging the very existence and composition of this province. Urban-rural disparity can be observed throughout the country but it is only in the Sindh province where it has taken a volatile and destabilizing expression. This is the very reason that we heard the slogan of 'one province, two

systems' on the issue of local government elections in Sindh some months ago.

Despite its apparently liberal ideology, the MQM hasn't been successful in overcoming its inherent tendency of demanding a province based on ethno-linguistics. It portrays and propagates its political agenda that includes the policy of encouraging the middle class leadership, and opposing the arbitrary feudal culture in our country. But, at the end of the day, this political party seems only the representative of a specific linguistic class living in urban Sindh. On the other hand, the largest political force in Sindh, the PPP, also seems reluctant to play a positive role in the integration of Sindh by eliminating this rural-urban division. Instead, it can be seen promoting the culture of rural Sindh and symbols associated with it.

Sindh acquired its current provincial status in 1935 when it was separated from the Bombay Presidency. Since then, its population has increased many times. We have failed in introducing any effective and vibrant local bodies' institutions in Pakistan after independence. Resultantly, the state's powers and authority have been concentrated at the federal and provincial levels. In Sindh, things have got worse as there is an inactive octogenarian Chief Minster managing the affairs of such a large province. Therefore, just like other provinces in Pakistan, there is a dire need for dividing this province too on administrative grounds. After creating smaller administrative units in Sindh, respective provincial governments would be in a better position to effectively govern backward areas like Tharpakar and a large city like Karachi.

Almost all political parties have significantly politicized the issue of the administrative division of Sindh. By supporting the idea of a 'united Sindh,' they are trying to consolidate their political support base in rural Sindh. The PPP has absolutely overruled this option. Favouring in principle, the creation of Saraiki, Hazara and Bahawalpur provinces in Pakistan, the PML(N) has also publically vowed to safeguard Sindh against any attempt to divide it. Likewise, PTI has politically rejected the demand for the creation of a new province in Sindh. Ironically, both the forces of the status quo and the forces of 'change' look equally determined to preserve the 'unity of Sindh' at all costs.

Overreacting to the statement of Bilawal Butto Zardari and Opposition leader Syed Khursheed Shah, MQM has chosen to play its old 'Mohajir card' in Sindh as usual. As a matter of fact, it has not yet been successful in diluting the general perception that it intends to fortify its political position in Karachi in the name of creating a province for the ethnic Mohajir population in Sindh. Presently, people from almost all provinces and bearing diverse ethnicities, live in Karachi. Any demands for a new province, purely on an ethno-linguistic basis, would serve no purpose except further complicating the affairs of both the province and this mega city. As the division of Sindh and other provinces in Pakistan is essentially an administrative issue, political parties must treat it as such.

Courtesy: Daily 'The Nation'

ضرورت سٹاف
لاہور میں واقع ایک مینوفیچرنگ اور ٹریڈنگ کمپنی کو کل وقتی مارکیٹنگ سٹاف کی ضرورت ہے۔ محنتی اور قابل بھروسا نوجوانوں کو ترجیح دی جائے گی۔ تعلیمی قابلیت کم از کم BA، B.Com۔ تجربے کی کوئی قید نہیں۔
برائے رابطہ: 0333-4482381